الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

تذکرہ
حضور عاگو درویش بابا علیہ الرحمۃ

شیموگہ شریف کرناٹک

مرتب ـــــ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی

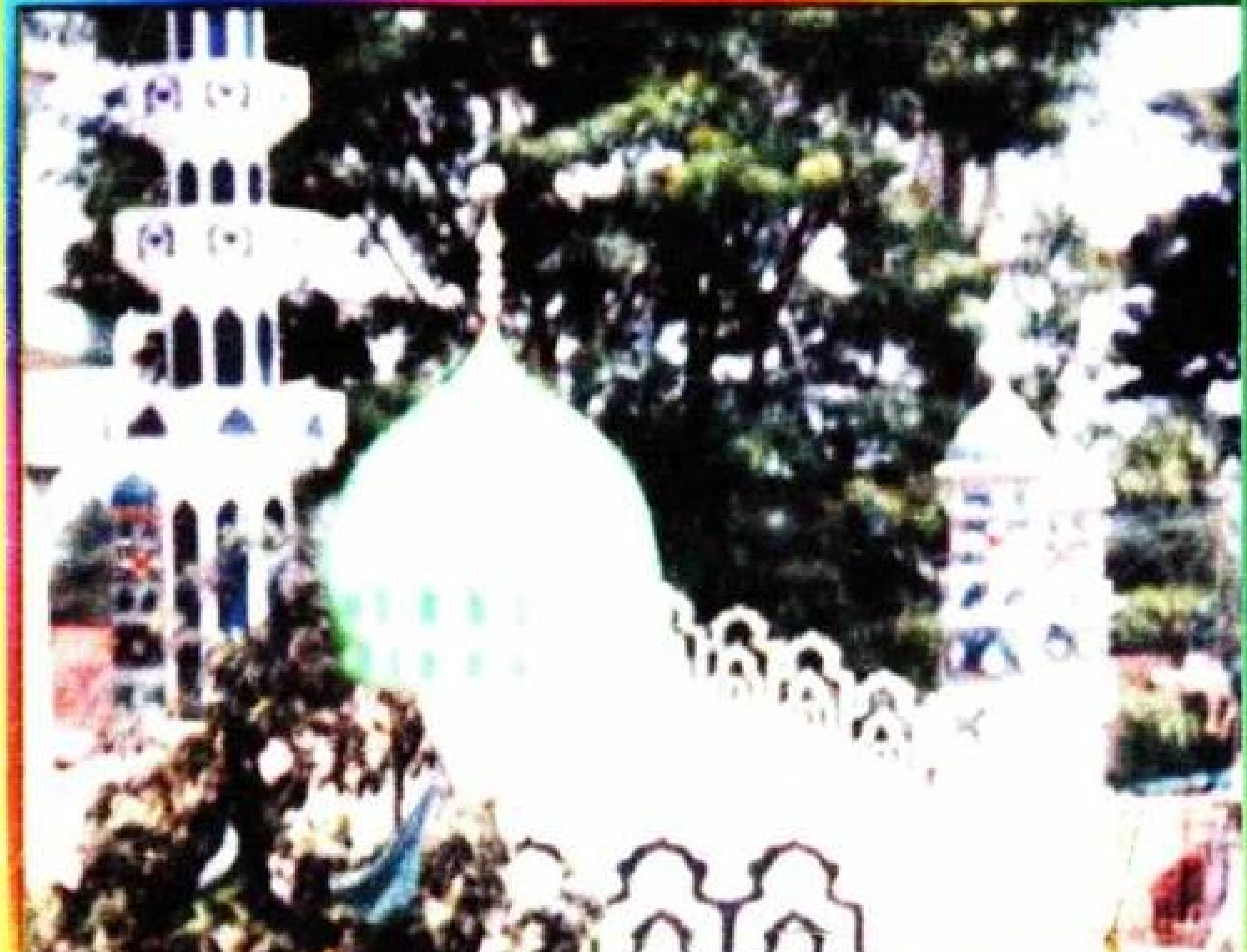

ناشر:
جامعہ اہلسنت حضرت ٹیپو سلطان شہید چتر درگہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جل جلالہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللھم صل علی سیدنا شفیعنا مولانا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم وصلوا علیہ

حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے گیارہ مبارک نام یہ ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ — فاطمہ

سید محی الدین امر اللہ — شیخ محی الدین فضل اللہ

اولیاء محی الدین امان اللہ — مسکین محی الدین نور اللہ

غوث محی الدین قطب اللہ — سلطان محی الدین سیف اللہ

خواجہ محی الدین فرمان اللہ — مخدوم محی الدین برہان اللہ

درویش محی الدین آیت اللہ — بادشاہ محی الدین غوث اللہ

فقیر محی الدین مشاہد اللہ

حسن امام — حسین امام

اللھم صل علی سیدنا محمد نبی الامی یا غوث اللہ یا مددی

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے گیارہ نام پاک جو دعا گو درویش بابا ہمیشہ پڑھتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف عالی جناب حضرت عالی فہم و بلند حُسنِ اخلاق و زُہد و تقویٰ خدائے قدوس کے نیک و پاک

فرماں بردار جناب عبدالجلیل صاحب دام اقبالہٗ و زاد لطفہٗ و سرہٗ

دعاگو درویش کی جانب سے بہت بہت حسن محبت اور بہت بہت شفقت و پیار کے

ساتھ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مزاج اقدس

الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ، میں بفضلہٖ و بحبیبہٖ بخیر و خیریت ہوں آنجناب عالی کی خیریت نیک و اہل و عیال کی صحت و عافیت اور اپنے برادروں کی خیریت اور ان کے اہل و عیال کی خیریت کیلئے ہر روز بارگاہِ رب العزت میں عرض پرواز ہوں اور ان شاء اللہ تعالیٰ تادمِ زیست نیک چاہتا رہوں گا، اُمید رکھیں۔

آنجناب کی خدمت میں درویش کی عرض گذارش یہ ہے کہ جس دن گذرے جناب عالی سے جدا ہوا تھا اس دن سے ہمیشہ آپکی محبت دل میں محسوس کرچکا ہوں اور جناب والا کیلئے پروردگار عالم سے التجائیں کرتا ہوں بھلا میں آپکو بھول سکتا تھا بھول جاؤں تو کیسے بھول جاؤں میرا دل گواہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں آپکی یاد مجھے نہ تڑپاتی ہو، جبکہ آپکے دل نے بھی درویش کی یاد اور تڑپ پایا ہوں اور میں درویش کے تصور کی تازگی ہوئی ہے مجھے امید ہے کہ اس درویش کی نصیحتوں کو دل میں رکھے ہوئے ہونگے اور ان پر عمل پیرا ہوں گے۔ اللہ پاک اپنے حبیب پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اور پیارے محبوب حضرت محبوب سبحانیؒ کے صدقہ اور سب بزرگان کرام کے صدقہ آپکو میری نصیحتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اللہ پاک آپکو اللہ اور اسکے رسول کی عشق و محبت میں والہانہ گرفتار فرمائے آمین۔ آپکے دل کو دین و دنیا کی سعادتوں سے معمور کرے۔ اللہ پاک آپکے سر پر اپنا اور اپنے رسولؐ اور غوث پاکؓ اور بزرگان دین کا سایہ تا قیامت قائم جاری و ساری رکھے اللہ پاک بے شمار رحمتوں سے سرفراز فرما کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی صف میں اٹھائے اور آپ کو سچا مسلمان بنائے آمین ثم آمین۔

آپ جناب عالی سے التماس یہ ہے کہ یہاں سے نکلنے کے وقت کہا تھا کہ محبت نامہ ارسال کروں گا لیکن میری مصروفیت ایسی رہی کہ امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے اور کوئی نامہ نہ لکھ سکا معافی کا خواستگار ہوں جناب عالی کو دل سے پیوست کرنے کے بعد آپ پر شفقت و محبت زیادہ نچھاور ہے دعائیں کرتا رہتا ہوں آپ کوئی بات کی طرف فکر نہ کریں آپکے ہر کام میں کامیابی کیلئے دعائیں کرتا رہتا ہوں اور ہمیشہ آپکو میں دل سے یاد رکھتا ہوں اس بات کا اطمینان رکھیں

b

دوسری عرض یہ ہے کہ میرے نہایت مخلص حاجی جناب عبدالمتین صاحب کی زبانی یہ معلوم کر کے نہایت مسرت و شادمانی ہوئی کہ جب کبھی آپ بنگلور تشریف لاتے ہیں ان سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے جاتے مجھ کو یاد کرتے ہیں اور گھنٹوں میرا ذکر رہتا ہے۔ اللہ پاک آپ پر اپنا فضل فرمائے۔ یہ خوشخبری اللہ کے فضل و کرم و بفیض رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم و بطفیل حضرت غوث پاکؒ و کرم گستری بزرگان دین آپکے مکان کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی یہ خبر مسرت اثر میرے لیے بڑی خوشی و اطمینان کا باعث ہوئی اللہ پاک آپکو اور آپکے تمام بھائیوں کو یکدلی کے ساتھ اس نو تعمیر شدہ مکان میں اللہ اپنی برکتوں اور رحمتوں کی بارش برسائے

اس مکان کے اندر جلدی جانے کی خواہش ہو تو آپ میری انتظاری نہ فرمائیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، غوث پاکؒ و بزرگان دین کے حکم سے اس گھر میں جانے کیلئے اجازت دیجاتی ہے۔ جانے سے پہلے پورے گھر کو پاک صاف و صاف کر کے وہاں خوشبویات سے معطر کرو اگر قرآن خوانی فی الحال ایک پارہ پورا پڑھ کر میلاد النبیؐ و فاتحہ خوانی کر کے اور حسب توفیق غریب و مستحق لوگوں کو کھلا پلا کر درود شریف پڑھتے ہوئے اور غوث پاکؒ کا نام لیتے ہوئے گھر میں داخل ہو جائیں۔ میرے لئے قلب مبارک میں کچھ نہ سمجھنا میں بہت جلد آؤں گا۔ سلام مبارک کی بابت مجھے یاد ہے زیادہ کیا عرض کروں۔ رات و دن میری نصیحتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تصور کو قائم و دائم رکھتے ہوئے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے ذکر الٰہی پر زور دیکر جو بتایا ہے تاکید کیا ہوں ان تمام کو دل میں رکھ کر عمل کرتے جائیں اور آخرت کی فکر کو ہاتھ سے جانے نہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آؤں گا کم فرصتی کے باعث جلدی میں خط لکھ رہا ہوں۔ اسی کو آپ اپنا ہدایت نامہ سمجھتے ہوئے میری غیر حاضری کو حاضری پر مبذول فرماتے ہوئے اپنے کام میں لگ جائیں اللہ نے چاہا تو بہت جلد مل کر خوش ہوگا۔

آپ اور آپکے اہل و عیال، بھائی صاحب بڑی دوں کی خدمت میں اور ان کے اہل و عیال کی خدمت میں دوسرے بھائی صاحب اور ان کے اہل و عیال اور تمام چھوٹوں بڑوں کو دعا سلام اور بہت بہت دعا و شفقت عرض فرمادیں۔ فقط

نیز گزارش یہ ہے کہ درویش کے ساتھ جو جانے والے حضرات بیٹھے تھے ان تمام کی خدمت میں حسب مراتب تحیات دعا سلام عرض فرمائیں

دعاگو:- درویش

حضور دعاگو دُرویش باباؒ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا خط۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار تشکر

الحمدُ للہ اللہ تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مہربانی سے اپنے ایک سچے نائب کو جو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی آل میں سے تھے ہمارے درمیان بھیجا جن کو ہم اور آپ سیدنا دُعا گو دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے اپنے آنکھوں سے ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ کو دیکھا ہے جن کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ ہوتی تھی یہ بات اپنے اور پرائے سب جانتے اور مانتے ہیں۔ حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے اتنے سخت پابند تھے کہ کوئی بھی سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے عمل کے خلاف ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت کے خلاف عمل کرتا تو چہرے پر جلال کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے چاہے وہ عالم ہی ہو یا عام آدمی کیوں نہ ہو۔

قابل مبارک باد ہیں جناب ابوالحسن مکاندار ہانگل شریف جنہوں نے اس کتاب کو ترتیب دینے کا بیڑا اٹھایا میں بہت ہی ممنون و مشکور ہوں کہ بحرالعلوم علامہ مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی کا کہ اپنی ضعیفی و ناتوانی حالت اور عدم فرصتی میں بھی حضور دُرویش بابا علیہ الرحمہ کی سوانح ترتیب دینے کے لئے اپنے سارے کام سمیٹ کر اس کتاب پر توجہ دی، جو معلومات آپ نے اس کتاب میں دیے ہیں وہ ایک نایاب سرمایہ ہیں اور قابل ستائش ہیں۔ یہاں ایک بات بتانا چاہونگا کہ علامہ بحرالعلوم میں اور دُرویش بابا علیہ الرحمہ میں روحانی تعلقات ہیں، حضور دُرویش بابا علیہ الرحمہ آپ کو شریعت کی چھڑی کہتے اور بار بار دوہراتے کہ آپ اسلام کی چلتی پھرتی لائبریری ہیں۔ کبھی کبھی حضور دُرویش بابا علیہ الرحمہ کے پوچھنے پر آپ ایک عظیم فقیہی ہونے کے باوجود عزو انکساری سے فرماتے کہ حضور آبا جی

سال کے گیارہ مہینے درس دیتا ہوں اور ایک مہینہ آپ کی طرف کھینچا چلا آتا ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور دُعا گو دُرویش بابا علیہ الرحمہ فرائض و سنت و مستحبات کو بھی ادا کرتے بلکہ سنت صحابہ پر بھی عمل پیرا تھے۔ مثال کے طور پر ایک دو واقعات یہاں بیان کرنا چاہونگا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ نورانی مسجد شیموگہ میں مسجد کے خطیب و امام صاحب نے مصلی پر فرض نماز کی ادائیگی کے لئے داہنا قدم کے بجائے بایاں قدم رکھ دیا تو حضور سیدنا دُعا گو دُرویش باباؒ کو جلال آ گیا تو فوراً امام صاحب کو وہاں سے ہٹا کر مصلیوں میں سے اپنے فدوی یعنی صوفی الحاج عبدالعزیز خان صاحب رضوی کو امامت کرنے کا حکم دیا بعد نماز کے حضور سیدنا دُعا گو دُرویش باباؒ نے مسجد میں امام کے مصلیٰ کی فضلیت بیان فرمائی آپ نے کہا ہر امام جو مسجد میں امامت کرتا ہے اور مصلی پر جاتا ہے اُسکو اس مصلیٰ پر جانے کا تصور سرکار دو عالم ﷺ کا قدم پاک جو وہ رکھتے تھے اُس کا تصور کرتے ہوئے اپنا داہنا قدم رکھ کر سنت رسول ﷺ ادا کی جائے پھر حضور سیدنا دُعا گو دُرویش باباؒ فرمایا کہ آپ ہی غلطی کروگے تو میرے سرکار کی امت کا کیا حال ہوگا اتنا سننے کے بعد امام صاحب نے اپنی غلطی کو مان کر توبہ کی اور سرکار کا جلال کم ہو، پھر سرکار نے امام صاحب کو بہت دعائیں دیں۔ اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی سنت کے خلاف کرے اُس کو ڈانٹتے تھے اور اُس کو صحیح بات معلوم کراتے تھے۔

ایک بار بعد رمضان المبارک کے میسور سے ایک حافظ و عالم جو راجستھان کے ٹونک شہر کے رہنے والے تھے نورانی مسجد شیموگہ میں مدرسے کے چندے کی غرض سے مصلیوں سے سوال کرتے تھے۔ اُس وقت نورانی مسجد کا یہ اصول تھا کہ حضور سیدنا دُعا گو دُرویش باباؒ اپنے چاہنے والوں سے چندہ جمع کر کے اپنے ہاتھ سے عنایت کرتے تھے اُن کو کسی نے نہیں دیا بعد نماز کے انہوں نے سرکار سے کہا میری اپیل کے باوجود کسی نے چندہ نہیں دیا یہ سننے کے بعد آپ خاموشی سے اپنے حجرے میں چلے گئے۔ اُسی دن مغرب کی اذان میں موذن نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا جتنے بھی مقتدی وہاں پر جمع تھے سرکار دُرویش بابا علیہ الرحمہ کے ساتھ حضور ﷺ کے نام پاک سن کر بوسہ دیئے بجز وہ عالم کے۔ بعد نماز مغرب آپ نے جلالت میں فرمایا آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کا نام پاک سن کر بوسہ

نہیں دیا اور سرکار کا نام پاک سن کر آدب نہیں کیا۔ جواب میں وہ حافظ و عالم نے فرمایا کہ ہم دل سے سرکار کا آدب و آحترام کرتے ہیں جواب سنتے ہی جاہ‌ل میں فرمایا آپ کھانا بھی دل کا ہی کھاؤ، نماز بھی دل کی ہی پڑھو اور چندہ بھی دل کا مانگو۔ اور آپ نے فرمایا آپ حافظ ہیں آپ کے سینے میں قرآن شریف ہے، آپ کی اس بے ادبی کے عوض خبردار آپ کے سینے میں قرآن شریف جو ہے اُسے کھینچ لوں گا۔ اتنا سنتے ہی وہ حافظ لرز گئے اور 2 دن تک رہ کر توبہ کیا اس کے بعد آپ نے دُعاوں کے ساتھ چندہ جمع کر کے صحیح عقیدے پر کامزن رہنے کے لئے تاکید کرتے ہوئے رخصت کیا۔ اسی طرح آپ بے دینوں کو بھی دینِ رحمان پر قائم رہنے کے لئے ہدایت دیا کرتے تھے۔

جب چھوٹی فضل منزل تعمیر ہو رہی تھی وہاں کے اصول کے تحت ہر جمعرات کو مزدوری دی جاتی تھی ایک بار ایسا ہوا کے آپ کے پاس اُس وقت روپے نہیں تھے، دن چہارشنبہ کا تھا آپ کو فکر ہوئی کل جمعرات کے دن مزدوروں کو مزدوری عطا کرنا ہے اس کشمکش میں بعد نماز عشاء رات کے ایک بجے تک اللہ تعالیٰ کے دربار میں عاجزی وانکساری کے ساتھ بے قراری میں ٹہلتے رہے گنہگار (سید احمد صاحب رضوی) نے حضور سیدنا دُعاگو دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ سے اس بے قراری کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کل جمعرات ہے اور مزدوری دینا ہے اور میرے پاس فل وقت کچھ نہیں ہے تو جواب میں گنہگار نے فرمایا کہ سرکار کا ایک اشارہ ہوا تو کل تک انشاءاللہ انتظام ہو جائیگا تو حضور سیدنا دُعاگو دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے تحت مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر یا جائے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے آرام کرنے کے لئے بھیج دیا اور آپ بھی اپنے حجرے میں چلے گئے۔ جب وقتِ فجر آیا تو ایک اجنبی بمبئی سے سفر کرتے ہوئے نورانی مسجد شیموگہ آیا گنہگار سے مل کر حضور سیدنا دُعاگو دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی درخوست کی اور عرض کیا میں بمبئی میں سرکار کو خواب میں دیکھ کر یہاں تک آیا ہوں اور میں تحفہ لایا ہوں کہ سرکار کی خدمت میں پیش کروں۔ اس کے بعد گنہگار نے سرکار سے عرض کیا ایک شخص جو بمبئی سے آئے ہیں اور آپ سے شرف یابی کی آرزو کرتے ہیں ساتھ میں سرکار کے لئے تحفہ بھی لائے ہیں، سرکار نے سوچ و بچار کرنے کے بعد، بعد نمازِ ظہر ملاقات کرنے کی اجازت دی۔ اس واقعہ سے بھی مزدور کی مزدوری وقت پر ادا کرنے کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف پر حضور سیدنا دُعاگو دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کا عمل معلوم ہوتا ہے۔

اخیر میں میں شکر گذار ہوں جناب عبدالجلیل صاحب برکاتی بھدراوتی، جناب عباس خان صاحب آفریدی آنئنور، صوفی عبدالقادر باشاہ قادری رضوی اونتونی، جناب قاسم خان صاحب (کدو قاسم) ہاسپٹ، جناب ایم آر نوراللہ صاحب وجواہر حسین صاحب بنگلور، جناب آر یم جعفر صاحب ونذیر احمد صاحب پلاڈم، جناب امتیاز علی شیموگہ، مولانا محمد شفیع اللہ شاد ومولانا محمد حسین بنکاپوری (معلم اشرفیہ)، جناب شیخ محمد ابراہیم سوداگر شولاپور جناب عبدالستار صاحب ریٹائرڈ تحصلدار میسور، الحاج حضرت عبدالنبی صاحب ہری ہر محترمہ صوفیہ بی ترپور، الحاج سیٹھ محمد حسین خوشحالی منڈیا، جناب الحاج عبدالجبار صاحب ملّے بنور، جناب اقبال سیٹھ شیموگہ، جناب زین العابدین معہ فرزندان (مالک آزادفلورمل) چترادرگہ، جناب الطاف علی خان صاحب آفریدی رضوی کرلہلی ہری ہر، جناب محمد اسلم صاحب چترادرگہ، جناب محمد خلیل سوداگر صاحب ہانگل، محترمہ زاہدہ بانو وانور بانو ہانگل، متولی جناب قادر خان صاحب واراکین کمیٹی نورانی مسجد آزادنگر شیموگہ، صدرواراکین جامعہ اہل سنت حضرت ٹیپو سلطان شہید علیہ الرحمہ آثار محلہ، چترادرگہ، اور اُن سارے لوگوں کا جو اس کتاب کی اشاعت میں دوڑ دھوپ کی۔ اس کا یہ اقدام قابل ستائش ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ سیدنا دُعا گو حضور دُرویش باباعلیہ الرحمہ کے صدقے میں ہم سارے مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر کرے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے دونوں جہانوں کی نعمتوں برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

خادم وراز دارِ دُرویش سید احمد صاحب نوی (عُفی عنہ)

ریٹائرڈ ڈی ڈی اے چترادرگہ۔

بروز جمعہ پہلی رجب المرجب ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰ اگست ۲۰۰۳ء۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم۔

تعارف

الحمدُ للہ اللہ تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا فضل واحسان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ولی کامل، پیر روشن ضمیر، فطری ولی، رازدارِ حقیقت ومعرفت، عاشق غوث الوریٰ، عظیم المرتبت، صاحب کرامت، جبل استقامت، آبروِ مسلک اعلیٰ حضرت، حامیِ اہل سنت، ماحی بدعت، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، عارف باللہ، بانی مسجد نورانی حضرت سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال ولی کامل کو فیضان سے ہم کو معمور کیا۔

حضور سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق آندھرا پردیش کی سرزمین سے تھا آپکے والدین نے کسمور شریف میں رہ کر حضرت خواجہ سید رحمت اللہ نائب رسول رحمت آباد شریف ضلع نلور آندھر پردیش سے منت وسماجت کر کے نائب رسول رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مانگا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل حضرت نائب رسول سرکار کی دُعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا میں بھیجا۔ آپ خدا کی عطا ہیں نبی کا پتہ ہیں غوث کی نعمت ہیں خواجہ کی امنت ہیں اور ہم گناہ گاروں کے لئے باعث نجات کا ذریعہ ہیں۔ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے۔ سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نقش قدم پر تھے۔ (سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ قانون فطرت کے تحت فنافی غوث فنافی الرسول فنافی اللہ کا درجہ اپنے سلوک سے حاصل کیا ہے)۔ آپ تاحیات زندگی پیارے آقا کی سنتوں پر عمل کیا اور کرایا۔ آپ شریعت اور طریقت کے سخت پابند تھے۔ عاشقِ رسول تھے اور ہمیشہ کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام بھیجا کرتے تھے اور دوسروں کو بھیجنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک مخصوص سلام مبارک تھا جو دوران حج قیام مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم نور مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدِ مبارک کے سامنے سنا کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے قبولیت کر کے آئے تھے، (وہ سلام پاک جو کوئی بعد نماز فجر و بعد نماز عشاء باوضو کے ساتھ بہت بہت عشق ومحبت کے ساتھ پڑھیگا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہونگی

اور سرکار دو عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوگا۔) وہ سلام پاک ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور جب بھی حضور ﷺ کا نام مبارک آتا تو آنکھوں سے آنسو خوشی و مسرت کے جاری ہوتے تھے۔اور آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو بہت سی دُعائیں دیکر خدمت خلق کے لئے انکو وقف کردیا تھا اور سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ ماں کے حکم پر ماں کی اجازت سے دُرویشی کو اختیار کیا اور اپنے مادر وطن کو ترک کرکے کڑپہ شریف تشریف لائے اور وہاں پر ایک باکمال بزرگ سلسلہ شامیریہ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید عبدالحق المروف شاہمیر بادشاہ المخلص بہ شاہمیر الحسینی رحمۃ اللہ علیہ جو قادریہ سلسلہ کی کڑی تھی اُن سے تعلق تھا۔آپ نے اُن سے بیعت کی اور پیر کی دُعا ہیں لیکر کڑپہ شریف بھی چھوڑ کر مخلوق خدا کی خدمت کیلئے وطن سے ہجرت کیا آپ ایسے دُرویش تھے کہ پیدل آپ نے ایک بار حج کیا، اور دو بار ہوائی جہاز کے ذریعے کیا اور آپ نے سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص عاشق تھے اور سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ ناموں کا ہمیشہ ورد کرتے تھے اور ہر مرض و بلا والے پر سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ ناموں کو پڑھ کر دم کرتے تھے اور ہمیشہ آپ کی زبان مبارک پر یا میرے محبوب کا ذکر رہتا تھا۔اور آپ نے تاحیات زندگی بلا مذہب وملت مخلوق خدا کی خدمت کی ہے اور آپ صاحب کرامت دُرویش تھے آپ کی زندگی کا ہر فعل کرامات ہی کرامت نظر آرہا تھا۔آپ پر خصوصی طور پر سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا کرم تھا۔ آپ چند دن بغداد شریف میں سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں خدمت انجام دی ہے۔

حضور سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ آدونی شریف کو تقریباً پچاس سال پہلے تشریف لائے تھے یوں تو آپ جب جب آدونی کو آتے تھے، کیونکہ آدونی شریف میں حضرت سید طاہر شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ جو آدونی کے قطب ہیں اور دوسرے بزرگ حضرت سید مرتضی قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو آپ حضرت خواجہ سید رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ عرف نائب رسول رحمت آباد کے خلیفے اول ہیں۔حضور سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کو آدونی والوں میں سے کسی نے بھی دعوت نہیں دی تھی بلکہ حضرت سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کو حضر سید مرتضی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی نسبت کا تقاضہ تھا کیونکہ سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ نائب رسول کے دُعاؤں کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا۔اور ہم مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ شہر آدونی میں ایک سے بڑھ کر ایک اللہ والے ہیں۔انہیں بزرگوں کے صدقے وطفیل سیدنا دُرویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔اور اُنکی صحبت اور

خدمت کا موقع ملا۔ اور حضور سید نا دُرویش بابا ؒ نے جب کبھی آدونی تشریف لاتے تو آپ کا قیام شہر کی شاہی جامع مسجد جو عادل شاہی دور کی بنائی ہوئی ایک بڑی مسجد ہے جسکو نواب صدی مسعود خان نے بنوایا تھا اور اس مسجد کی بنیاد کے لئے آدونی کے مشہور و معروف بزرگان دین کے دست مبارک سے اسکی بنیاد رکھی گئی تھی۔ جن میں خصوصی طور پر حضرت سید طاہر شاہ قادری ؒ اور یلارتی شریف کے شیخ شاہ ولی ؒ اور شاہ شاہ ولی ؒ اور گنڈپلی ادریس شاہ ؒ اور حضرت شیخ فرید صاحب اور انکے علاوہ دیگر اولیا اکرام کے ذریعے اس مسجد کا پورا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ قدرتی طور پر اس مسجد میں ایک روحانی کیفیت طاری ہوتی ہے حضور سید نا دُرویش بابا ؒ ہمیشہ اس مسجد ہی میں قیام کرتے تھے اور اس مسجد کے دائیں جانب ایک حجرہ ہے اور اسکے سامنے ایک پتھر کا چبوترا ہے جس پر بیٹھ کر سید نا دُرویش بابا ؒ اپنے خاص احباب کو بعد نماز عشاء آدھی رات تک درس دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سید نا دُرویش بابا ؒ کو کشف القلوب، کشف الروح اور کشف القبور عطا کیا تھا۔ اور آپ ہر آنے والے کے دل کی کیفیت کو جان لیتے تھے بقول الحاج حافظ محمد ریاست علی خان صاحب جو شاہی جامع مسجد کے امام ہیں انہوں نے ہر اعتبار سید نا دُرویش بابا ؒ کو آزمایا اور یہ جو کچھ دل میں خیال کرتے تھے وہ تمام باتیں سید نا دُرویش بابا ؒ اُن کے پوچھنے سے پہلے بتا دیتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ جمعہ کا دن تھا حافظ صاحب نے سید نا دُرویش بابا ؒ سے غُسل شریف کی خدمت کے لئے معروضہ کیا تو سید نا دُرویش بابا ؒ نے کہا کے کئی سال سے فقیر کو غُسل کی حاجت نہیں رہی۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سید نا دُرویش بابا ؒ اتنے بڑے ولی کامل تھے کہ آپ کا نفس آپ کے تابع تھا۔ اور آپ بہت بڑے نفس کش مجاہد تھے اور آپ کا یہ شعر بھی اس بات کی دلالت کرر ہا ہے کہ جیسا کہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔

”سب کو چھوڑ رب کو دیکھ رب کی نظر سے سب کو دیکھ“

دنیا کی ہر خواہش کو آپ نے ترک کر دیا تھا اور اپنی زندگی کو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا کے لئے وقف کر دیا تھا۔ بقول الحاج محمد لقمان صاحب سید نا دُرویش بابا ؒ نے میرج سے آپ کو ایک خط لکھا تھا جو بتاریخ 20 اکتوبر 1956 کو، اسمیں سید نا دُرویش بابا ؒ نے دُعاؤں سے نوازتے ہوئے جو جو حاجی لقمان صاحب کو ضرورت تھی انکی جو خواہش تھی اللہ تعالیٰ نے وہ پوری کر دی، جیسا کہ حاجی لقمان صاحب نے اپنے خط میں حضرت سے اپنی تندرستی صحت اور حرمین شریفین کی زیارت کیلئے التجا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے سید نا دُرویش بابا ؒ کی دُعاؤں کے صدقے ۱۹۸۴ میں حج بیت اللہ نصیب کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف کیا۔

بقول حاجی لقمان صاحب کے سیدنا ذرویش بابا ؒ نے میرج میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور انکی افتتاح کے موقع پر میرج سے تار کے ذریعے دعوت نامہ بھیجا تو آدونی سے ٹیلر محمد حسین صاحب عرف مجنوں مرحوم (جن کو سیدنا ذرویش بابا ؒ محبت سے مجنوں پکارتے تھے) اور حاجی محمد لقمان صاحب، دونوں حضرات میرج تشریف لے گئے اور اس نورانی تقریب میں شرکت کی۔ اور ایک ہفتہ تک ان کا قیام میرج میں سیدنا ذرویش بابا ؒ کے ساتھ تھا اسی دوران ایک روز صبح صادق سیدنا ذرویش بابا ؒ نے لقمان صاحب کو طلب کیا اور اُن سے یہ کہا کہ کل رات ہی تمہارے جاننے والے سوداگر عبدالستار صاحب کا وصال ہوا ہے سوداگر عبدالستار صاحب آدونی کے رہنے والے تھے انہوں نے ایک بار سیدنا ذرویش بابا ؒ کو فروٹ عبدالعزیز صاحب مرحوم جو عبدالستار صاحب کے ہم زلف تھے انہوں نے سیدنا ذرویش بابا ؒ سے اصرار کر کے سوداگر عبدالستار صاحب کے گھر دعوت کو لے گئے تھے اس نسبت سے سیدنا ذرویش بابا ؒ کو کشف کے ذریعہ انکی انتقال کی خبر ملی تو آپ نے صبح اُٹھ کر آدونی والوں سے کہا۔ سیدنا ذرویش بابا ؒ کو آدونی والوں سے اتنی محبت تھی کہ ہر خوشی کے موقع پر آدونی والوں کو اپنی تقریبات میں بلایا کرتے تھے جیسا کہ حافظ مظہر علی جو سیدنا ذرویش بابا ؒ کی نگرانی میں پروان چڑھے تھے، انکی شادی کے موقع پر سیدنا ذرویش بابا ؒ نے آدونی والوں کو دعوت دی تھی اس موقع پر آدونی سے ٹیلر محمد حسین عرف مجنوں مرحوم اور کورٹ قاسم صاحب مرحوم اور حاجی محمد لقمان صاحب اور حافظ محمد ریاست علی خان صاحب نے شادی میں جو سری رنگ پٹن میں تھی شرکت کی، اور سیدنا ذرویش بابا ؒ نے حضرت حافظ ریاست علی خان صاحب کو خطبہ نکاح پڑھنے کے لئے کہا اور حافظ صاحب نے خطبہ نکاح پڑھایا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ذرویش بابا ؒ کو آدونی والوں سے خصوصی محبت تھی۔ بقول حافظ صاحب کے انہوں نے کہا کہ سیدنا ذرویش بابا ؒ نے انکوشیموگہ آنے کی دعوت دی وہ بھی صرف جمعرات کو آنے کے لئے کہا کیونکہ آپ کو جمعہ بھی پڑھانا ہے، تو حافظ صاحب ایک جمعرات سیدنا ذرویش بابا ؒ کی دعوت پر شیموگہ پہنچے اور دوسرے دن جمعہ کا خطبہ اور نماز حافظ صاحب نے پڑھائی۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا ذرویش بابا ؒ کو آدونی والوں سے بے حد محبت تھی۔ سیدنا ذرویش بابا ؒ ایک صاحب باکرامات ولی تھے ایسے تو انکی زندگی کی ہر حرکت کرامت تھی مگر آدونی والوں نے انکے چند کرامات اپنی موجودگی میں دیکھی جیسے کہ سری رنگ پٹن میں شادی کے موقع پر کثرت سے بارش ہو رہی تھی براتی بہت پریشان ہو رہے تھے اور سیدنا ذرویش بابا

ﷺ اندر تشریف فرما تھے جب آپ کو براتیوں کی پریشانی کا احساس ہوا تو آپ اندر سے باہر تشریف لا کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے اپنے مخصوص انداز یہ کہا کہ تجھے بھی ابھی آنا تھا کیا؟ بارش سے خطاب کیا اور یہ جملے تکرار کرنے کے بعد بارش رُک گئی۔ اور دوسرا یہ کہ اسی شادی میں شرکت کرنے کیلئے چند حضرات بغیر اجازت کے سیدنا دُرویش بابا ﷺ کے روکنے کے باوجود اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنے موٹر گاڑیوں میں جانے لگے۔ چند میل دور جانے کے بعد گاڑی کے انجنوں میں خرابی پیدا ہوگئی جسکی وجہ سے وہ لوگ پریشان تھے اور بارش بھی ہو رہی تھی تو سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے اپنے کشف کے ذریعے اُنکی پریشانی کو معلوم کرلیا اور اپنے چند چاہنے والوں کو بھیج کر انہیں واپس بلالیا۔

بقول حاجی محمد لقمان صاحب حضور دُعا گو سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے میرج میں مسجد کی افتتاح کے موقع پر آدونی والوں کو بلایا تھا ایک ہفتہ قیام کے بعد وطن واپسی کے موقع پر سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے آدونی والوں کیلئے علاوہ اور بھی دیگر چاہنے والوں کو لیکر کڑچی ماں صاحب ﷺ کی زیارت کیلئے آدھی رات کے موقع پر زیارت کرانا چاہا تو وہاں کے خادمین نے کہا کہ رات میں کسی کو زیارت کرنے کی اجازت نہیں ہے کسی ایک صاحب نے ایک بار کوشش کر کے زیارت کرنا چاہا تو ماں صاحب کی کرامت تھی کہ بجلی کڑکی اور ضد کرنے والے پر پڑی اور وہ فوت ہر گیا تو حضور دُعا گو سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے پھر بھی زیارت کرنا چاہا خادمین نے باہر کے دروازے کی چاوی دے دی اور دروازہ سے مزار شریف کا فاصلہ تقریباً (100) سو قدم کا ہوگا رات کا سناٹا تھا سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے اپنے چاہنے والوں کو درود شریف پڑھنے کیلئے کہا اور خود ذکر واذکار کرتے ہوئے قدم بقدم رکھتے ہوئے 100 قدم کے فاصلے کو ڈھائی تین گھنٹوں میں طے کیا اور گنبد شریف کا دروازہ بھی بند تھا تالا تھا تو سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے تقریباً پندرہ منٹ تک صاحب مزار سے معروضہ کرتے ہوئے اجازت لیکر تالے کو دست مبارک لگا تو تالا خود بخود کھل گیا اور سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے اپنے ساتھ چاہنے والوں کو اندر مزار شریف لے جا کر زیارت کرائی اور سب کے ہاتھوں میں عطر حنا لگا کر مزار شریف کی چادر کو لگایا گیا، اور اس کے بعد فجر کی اذان ہوئی اور سیدنا دُرویش بابا ﷺ نے سب کے ساتھ نماز ادا کر کے اپنے چاہنے والوں کو جانے کی اجازت دی۔ اس واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا دُرویش بابا ﷺ کو کشف القبور رہتا اور ہر ہر قدم اُس قبرستان میں کئی بزرگوں کو دیکھ رہے تھے اور انکی اجازت سے زیارتیں کرتے رہے۔

سیدنا ڈرویش بابا ؒ آدونی سے شولاپور، میرج ہوتے ہوئے شیموگہ میں اپنا قیام کیا اور شیموگہ میں ایک نورانی مسجد تعمیر کرائے ہیں اور ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ مسجدین بنانا، درگا ہیں بنانا، مدرسے کھولنا یہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ سیدنا ڈرویش بابا ؒ عارف باللہ تھے اور آپکی ہرادا سنت مصطفیٰ تھی اور آپ سے ملنے کے لئے ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے اکرام بھی تشریف لایا کرتے تھے جن میں خصوصی طور پر حضرت بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مبارک پور، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی دُعاؤں کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ مولانا منصور علی خان صاحب بھی سیدنا ڈرویش بابا ؒ کی دُعاؤں کے صدقے فاتح کرناٹک بنے۔ اور سیدنا ڈرویش بابا ؒ کے چاہنے والوں نے ایک روز کرناٹک منگوڈ میں حضور مفتی اعظم ؒ بریلی شریف اور سیدنا ڈرویش بابا ؒ سے ملاقات کرائی۔ سیدنا ڈرویش بابا ؒ ایسے باکمال ولی تھے کہ آپ نے ایک ولی کامل دکن کے اعلیٰ حضرت سید مقبول احمد شاہ کشمیری ؒ بانگل شریف کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ اور آپ کی خدمت بڑے بڑے عہدہ دار بھی دُعاؤں کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ جیسا کہ سابق صدر ہندوستان بی ڈی جتی اپنے پاگل لڑکے کے علاج کیلئے (جب کہ دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر کے پاس گئے تھے وہاں اُن کا لڑکا اچھا نہ ہوسکا) شیموگہ تشریف لا کر حضرت کی بارگاہ میں حاضری دیکر دُعائیں لے کر اپنے لڑکے کا پاگل پن سے شفاء ہو کر گئے ہیں۔ ایسے تو سیدنا ڈرویش بابا ؒ کے عقیدت منداور چاہنے والے لاکھوں کی تعداد میں ہیں مگر آپ نے اپنی حیاتِ جسمانی میں کسی کو مُرید نہیں کیا۔ البتہ آپ نے ایک روز بقول سید احمد صاحب رضوی سابق ڈی ڈی اے (D.D.A) چتر ادرگہ نے کہا کہ سیدنا ڈرویش بابا ؒ نے اپنے ایک چاہنے والے جس کو آپ محبت میں فدوی کے لقب سے نوازا تھا جو صوفی عبدالعزیز خان صاحب آفریدی فدوی رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم بریلی شریف کو نورانی مسجد میں آدھی رات کے بعد اپنے سینے سے لگا کر اپنی چادر مبارک اُڑھا کر اپنے چودہ داداؤں کی طاقت کو عطا کر دیا اور صوفی صاحب کو خدمتِ خلق کے لئے معمور کر دیا اور صوفی صاحب نے سیدنا ڈرویش بابا ؒ کے حکم پر دنیوی معملات کو ترک کر کے ہری ہر سے آٹھ کلومیٹر دور پر کرلہلی نامی گاؤں میں اپنے کھیت میں بیٹھ کر خدمت خلق کرنے لگے اور سیدنا ڈرویش بابا ؒ انکی خدمات کو دیکھ کر اور بہت خوش ہوتے اور صوفی صاحب کو دُعائیں کرتے تھے اور ہر چاہنے والے کے ذریعے ان کو سلام و دُعا پہنچاتے تھے۔

حضرت صوفی عبدالعزیز خان صاحب رضوی نے کرنول میں ایک خانقاہ، مسجد اور ایک باؤلی اور تبرکات کے لئے ایک مینارہ بنایا ہے اور آپ 35 سال سے تک خدمت خلق کیا، اور آپ سیدنا ذُرویش بابا ﷺ کے دعاؤں کے صدقے اپنی زندگی میں لاکھوں لوگوں کی بے لوث خدمت کی اور کئی ہزار لوگوں کو شراب، زنا سے توبہ کرا کر شریعت مطہرہ کا پابند کیا اور آپ نے کبھی زندگی میں کسی کو مرید نہیں کیا۔ اور ایک روز صوفی صاحب نے بحکم دُعا گو سیدنا دُرویش بابا ﷺ اور مفتی اعظم علیہ الرحمہ اور سرکار غوث پاک کے حکم سے انکو جو نعمتیں ان بزرگوں سے عطا ہوئی تھی وہ تمام نعمتیں صوفی عبدالعزیز خان صاحب رضوی آدونی تشریف لاکر آدونی کے قطب حضرت سید طاہر شاہ قادری کے مزار اقدس پر حاضری دے کر انکی اجزات لیکر ان کے مزار مبارک پر حضرت الحاج صوفی عبدالقادر باشاہ قادری رضوی شاذلی آدونی کو اپنی تمام ملی ہوئی نعمتوں سے صوفی عبدالقادر باشاہ صاحب کو نوازا گیا۔ ان واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور دُعا گو سیدنا ذرویش بابا ﷺ کو آدونی والوں سے اتنی محبت تھی کہ اپنی نعمت تک آدونی والوں کو پہنچائی۔

حضور دُعا گو سیدنا ذُرویش بابا ﷺ اپنی حیات جسمانی کے علاوہ برزخی زندگی میں رہتے ہوئے اپنے عقیدت مند اور چاہنے والوں کی رہنمائی کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب برگزیدہ بندے تھے کہ بوقت غسل میت جن کو صوفی عبدالعزیز خان صاحب فدوی جب غسل دے رہے تھے غسل کے دوران دُعا گو سیدنا ذرویش بابا ﷺ نے اپنے چاہنے والے فدوی کو دیکھ کر مسکرا کر آنکھ بند کر لی اس واقع کو صوفی فدوی صاحب اپنے چاہنے والوں کو کئی بار اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بقول صوفی عبدالعزیز خان صاحب فدوی جبکہ آپ اسلامی ممالک کی زیارتوں کو گئے تھے جسمیں خصوصی طور سے عراق مصر شام جورڈان بیت المقدس فلسطین وغیرہ کی زیارتوں پر گئے تھے۔ جب آپ بغداد شریف میں سرکار غوث پاک ﷺ کی مزار اقدس پر حاضری دیئے اور بغداد شریف کے سجادہ صاحب حضرت صوفی فدوی صاحب کے اعزاز میں ایک نشست کا اہتمام کیا تھا اُس دوران حضور دُعا گو سیدنا ذُرویش بابا ﷺ برزخی زندگی سے عالم شہادت میں جسم مبارک کے ساتھ ظاہر ہوئے اور صوفی فدوی صاحب سے کہا کہ میں نے تم سے تین باتوں کا وعدہ کیا تھا ایک بوقت غسل میت آپ کو دیکھوں گا دوسرا سرکار غوث پاک سے ملاؤنگا اور تیسرا قیامت کے دن میرے چاہنے والوں کو مرغی کی طرح جیسے وہ دانے چن چن کر جمع کرتی ہے ویسا میں اپنے چاہنے والوں کو جمع کرونگا۔ تو بغداد شریف میں سیدنا ذرویش بابا ﷺ نے جسم کے ساتھ حاضر ہو کر غوث پاک ﷺ سے ملا کر اپنے دوسرے وعدے کو بھی پورا کیا۔ اور محفل میں کرسی پر بھی سیدنا ذُرویش بابا ﷺ حاضر تھے، دیکھنے والوں نے دیکھ لیا اور چند منٹ کے بعد نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تو بعض دیکھے ہوئے حضرات نے صوفی فدوی صاحب سے عرض کیا کہ وہ صاحب جو کرسی پر

تھے کہاں گئے۔صوفی فدوی صاحب نے کئی بار اپنی خانقاہ میں اسکا ذکر کیا۔حضور سیدنا درویش بابا ؒ ایسے جلالی بزرگ تھے کہ اپنی زندگی کی ابتدائی دور میں جب وہ آدونی تشریف لاتے تھے تو ان میں وہ جلالت تھی کہ شاہی جامع مسجد سے دوڑتے ہوئے آدونی کے بالا قلع کے دامن میں حضرت سید طاہر شاہ قادری ؒ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے جایا کرتے تھے اور ساتھ میں حضرت سید مرتضٰی قادری ؒ کی بھی زیارت کیا کرتے جو نائب رسول کے خلیفہ اول تھے۔دو سال تک سیدنا دُرویش بابا ؒ جلالت میں تھے اسکا پتہ اسی واقع سے بھی ملتا ہے بقول حافظ محمد ریاست علی خان صاحب پیش امام شاہی جامع مسجد آدونی حضور دُعا گو سیدنا دُرویش بابا ؒ کے ساتھ چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے کسی ایک اجنبی فرد نے سیدنا درویش بابا ؒ کو گھور کر دیکھا تو سیدنا درویش بابا ؒ میں اتنی جلالت آئی کہ آپ اپنے ہاتھ کا اشارہ کرتے تھے تو آگ کے شعلے نکلا کرتے ہوئے حافظ صاحب نے محسوس کیا۔سیدنا دُرویش بابا ؒ کی زندگی میں کئی ایسے واقع ہیں جن سے حضور دُعا گو سیدنا دُرویش بابا ؒ کی جلالت کا پتہ چلتا ہے۔

بقول الحاج صوفی عبدالعزیز خان صاحب آفریدی فدوی رضوی کے ایک بار سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ کے ساتھ میں (صوفی فدوی) بنگرے گٹہ میں سید سعادت ؒ کے زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے دن بھر زائرین کا ہجوم تھا بعد نماز عشاء رات کو سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ دربار سید سعادت ؒ کے صوفی فدوی صاحب کے ساتھ حاضر تھے ۔سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ ذکر و مراقبہ میں مشغول تھے اور صوفی فدوی صاحب کو بھی ذکر میں مشغول رہنے کی ہدایت کی تھے۔وہاں کے اصول کے مطابق زائرین کو بعد نماز عشاء زیارت کرنے کی اجازت نہیں تھی اور کوئی وہاں جا بھی نہیں سکتا تھے،اس واسطے کے وہاں موجود ناریل کے درخت میں ناریل درگاہ شریف کی چھت پر گرا کرتے تھے اس ڈر سے وہاں کوئی نہیں جاتا تھا بجز سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ کے۔دوران ذکر ایک جن سانپ کی شکل میں مقبرے کا دورہ کیا،تھوڑی دیر کے بعد سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ نے ارشاد فرمایا ''بس اب جا'' اتنا فرماتے ہی جن کنارہ کشی اختیار کرلیا۔سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ رات تمام گذار کر فجر کی نماز کے لئے مقبرے سے باہر آتے تھے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرکار حضور سیدنا دُعا گو دُرویش بابا ؒ کو جنات سے بھی واقفیت تھی اور جنات کو بھی زیر کرلیا تھے۔جناب مکاندار صاحب کوئی عالم دین نہیں ہیں یہ سب بزرگوں کی عقیدت اور علمائے اہل سنت سے محبت و خلوص کے ساتھ دین کی خدمت

کا نتیجہ ہے، کہ مکاندار صاحب نے اس وقت کے عظیم فقیہی بحرالعلوم علامہ مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی قبلہ و خادم و رازدارِ دُرویش الحاج حضرت سید احمد صاحب رضوی، و عاشقِ دُرویش الحاج عبدالجلیل صاحب برکاتی، کے ساتھ میری اپنی بھی تھی۔ اس سوانح دُرویش کی کتاب ترتیب دینے کی طرف دلائی یہ ایک بڑا کام ہے، مکاندار صاحب کہتے ہیں یہ سیدنا صوفی الحاج عبدالعزیز خان صاحب آفریدی، قدوی، رضوی عرف میاں جان بابا علیہ الرحمہ کی دُعاؤں کا اثر ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سارے مسلمانوں کو ایک بنا دے اور نیک بنا دے غازی بنا دے نمازی بنا دے، اولیاء کرام کا وڈُرویش بابا کا عاشق وعقیدت مند بنا دے ساتھ میں عشقِ رسول کی تڑپ دلوں میں ڈال دے، ہم سارے مسلمانوں کی ہر پریشانی دور فرما کر نیک اور جائز مرادیں پوری کردے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

الحاج صوفی عبدالقار باشاہ قادری رضوی شاذلی،

ایڈیٹر ماہنامہ فیضانِ معرفت آدونی۔(AP)

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ مطابق 17/09/2003 بروز چہارشنبہ۔

سوانح درویش بابا علیہ الرحمہ

مؤلف

ابوالحسن مکاندار

ناشر

جامعہ اہل سنت و جماعت حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ

چتر ادرگا۔ کرناٹک 577501

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب : سوانح درویش بابا رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : ابوالحسن مکاندار

پیش لفظ : بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ

سوانح بحرالعلوم: مولانا فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی

پروف ریڈنگ : محمد فاضل، محمد شعیب، نوید اختر، محمد شاہد

کمپوزنگ : قادری کمپیوٹرس قادری منزل گھوسی ضلع مئو یوپی

سن اشاعت : ۲۰۰۳ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

قیمت : 50/-

ملنے کے پتے

ابوالحسن مکاندار کیر آف حرمین آپٹیکل متعلقہ ہانگل

ضلع ہاویری۔ کرناٹک۔ پن 581104

حق اکیڈمی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علیٰ حبیبه الکریم

حضرت بابرکت، حضور الحاج درویش بابا (رحمۃ اللہ) علیہ الرحمۃ والرضوان اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول بندے، اور بندگان خدا کے لیے اللہ کی طرف سے رحمت و برکت تھے، دین اسلام کے سچے فدائی، اور پیغبر اسلام سید العلمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک عاشق جانباز تھے۔

(۱) اتباعِ شریعت میں ایسے وارفتہ کہ فرائض و واجبات کا مرتبہ تو بہت بلند ہے، سنن و مستحبات، اور آداب و رسوم شرع کی سخت پابندی کرتے اور اپنے متبعین و مسترشدین کو باصرار عمل پیرا کرتے۔

(۲) حطام دنیا اور آسائش حیات سے منزلوں دور، زہد و اتقاء، عفت و پرہیز گاری میں یکتا، رعایت حقوق اور حسن خلق میں سر آمد زمانہ، اور کارگاہِ حیات میں اس ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نمونہ "المومن قلیل الحاذ" مومن کامل وہی ہے جس کا ساز و سامان نہایت مختصر ہو۔

(۳) غریبوں محتاجوں اور کمزوروں کے حاجت روا، کچلے ہوئے لوگوں اور بے سہاروں کے سہارا مریضوں درمندوں، اور حالات کے ماروں کے لیے نسخۂ کیمیا اور داروئے شفاء۔

(۴) گمرہوں اور بے راہوں کے راہ نما، اور حق و ہدایت کے طلب گاروں کے لیے شمع ہدایت اور نور و ضیاء۔

(۵) شریعت وطریقت کے جامع، حقیقت ومعرفت کے سنگم، اور ایمان وعمل کے شاہکار، اور شاعر کے مومن کامل کا معیار۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن   گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن   خالی نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم   دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

فطرت کا سرود ازلی اس کا شب وروز
آہنگ میں یکتا صف سورت رحمان

اپنے نام ونسب کے سلسلہ میں آپ کامل اخفا سے کام لیتے، اور بڑی شدت سے خود کو درویش کہتے اور کہلاتے، گویا اس سلسلہ میں آپ کو حضرت جامی علیہ الرحمہ کا مسلکِ عشق پسند تھا۔ کہ

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اے جامی! جب تم عشق کے غلام ہو گئے تو حسب ونسب کا غرور ترک کرو کہ اس راہ میں فلاں ابن فلاں کچھ نہیں۔

لیکن ابوالحسن صاحب مکاندار ساکن ہانگل ضلع کرناٹک کی روایت ہے۔ کہ آپ کا اسم گرامی سید رحمت اللہ ابن سید عبدالغنی تھا۔ آپ اکیس واسطوں سے پیر پیران، میر میران، حضور غوث الاعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں، اس امر کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے بھدراوتی کے الحاج محمد عمر صاحب واچ کمپنی کے صاحبزادے نے مجھ سے بیان کیا، کہ حضرت کے بنک کی کاپی میں آپ کا نام رحمت اللہ تحریر ہے۔

وطن کا نام بھی کسی سے نہیں بتاتے تھے، اور کیوں نہ ہو؟

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی

گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

البتہ ابوالحسن صاحب مکاندار لکھتے ہیں، آپ کا قبیلہ ملک شام سے ہندوستان آیا، اور آپ کی ولادت قصبہ کسمور ضلع نیلور صوبہ اندھرا پردیس میں ہوئی اور عام طور سے آپ حیدرآبادی اردو بولتے تھے، سن ولادت ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء ہے۔ کم عمری میں ہی آپ یتیم ہو گئے۔ آپ کے صرف ایک بڑے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ اور برادر اکبر نے ہی آپ کی پرورش اور سرپرستی فرمائی۔

آپ کے بچپن اور تعلیم کے بارے میں کوئی تفصیلی معلومات ہمارے سامنے نہیں ہیں، البتہ اردو تحریر آپ کی نہایت صاف اور خوشخط تھی۔ اور دینی معلومات بھی آپ کی نہایت وسیع اور عمدہ تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دستور کے مطابق آپ نے رائج مکتبی تعلیم جو اس علاقہ میں رائج تھی حاصل کی۔ پھر داعیہ حق نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر ذکر و فکر، مراقبہ و مجاہدہ اور توجہ الی اللہ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا

فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

بعد میں جب ارشاد و ہدایت کی ضرورت پڑی تو ضرورت بھر دینی علم آپ نے اپنی کوشش اور اپنی فطرت سلیمہ سے حاصل کیا۔ آپ نے مجھ سے خود فرمایا کہ اکرم المواعظ، احسن المواعظ اور وعظ بے نظیر وغیرہ مجھے ازبر یاد تھیں''

درویشی اور تصوف کے حصول میں متقدمین صوفیائے کرام اور بزرگان دین، مرشدوں کی تلاش، یا حالات جذب و سکر میں، سیر و سیاحت میں جنگل و بیابان، اور آبادی و ویرانہ سب سے بے پرواہو کر طے مسافت اور قطع ارض کیا کرتے تھے۔ اجلہ صوفیائے کرام

مثلاً علی ہجویری، خواجہ غریب نواز، حضرت مخدوم اشرف سمنانی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ جلال بخاری وغیرہ اکثر بزرگان دین کی حیات میں دورہ اور سیاحت، اکتساب فیض اور ''سیروافی الارض'' کے عنوان سے سفر اور قطع ارض کا ذکر ملتا ہے۔

حضور درویش رحمۃ اللہ علیہ کے زندگی کا بڑا حصہ بھی ہندوستان اور عالم اسلام کے زندہ یا وفات یافتہ بزرگوں کے مزار کی زیارت، ایصال ثواب اور اکتساب فیض کے لیے مسلسل سفر میں گذرا، چنانچہ آپ کی زندگی میں ہی صوبہ کرناٹک کے پچیس سر برآوردہ حضرات کے دستخط سے ایک کتابچہ موسوم بنام حق و باطل شائع ہوا تھا۔اس کے مرتبین لکھتے ہیں۔

''ساری دنیا کے مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے کرتے اور سارے ہندوستان کے بزرگان دین کی زیارتیں کرتے ہوئے یہاں شموگاہ میں رونق افروز ہوئے۔ پورا ملک عرب پورا ملک عراق، پورا ملک ایران اور پورے ہندوستان میں کوئی مقام مقدس باقی نہیں ہے۔جس کی زیارت آپ نے نہ کی ہو، زندگی بھر زیارتوں میں ہی آپ اتنا مشغول رہے کہ آپ نے اپنا خاص مسکن کوئی نہیں بنایا''۔ (حق و باطل ص ۳)

اس وقت آپ کے بیشتر سفر پا پیادہ ہی ہوتے۔اور ایسے سفر کی لازمی صعوبتوں سے بھی آپ دوچار ہوتے، مسلسل سفر سے پاؤں میں آبلے پڑ جاتے، زخم ہو جاتا، زخم پر درختوں کے پتے باندھ کر یا پاؤں میں پیوند لپیٹ کر سفر جاری رکھتے۔اور یہ صحرانوری بھی چونکہ منازل سلوک کی ایک منزل ہے، اس لیے کامل استقامت کے ساتھ منزل پر پہنچ کر ہی دم لیتے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

رہرو راہ محبت تھک نہ جانا راہ میں
لذت صحرانوری دوری منزل میں ہے

سفر میں نیک و بد ہر قسم کے انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے، آپ کو ہر طبقہ کے افراد

کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوتا، یہ روایت مجھ سے آپ نے خود بیان کی کہ ایک دفعہ ایسے علاقہ میں جانا ہوا، جہاں لوگ صوفیوں سے بدظن فقراء کے خلاف اور اہل اللہ بلکہ اہل اسلام کے بھی دشمن تھے، ایک شخص بڑے تپاک سے مجھے اپنے گاوں لے گیا اور اپنے گھر مجھے ٹھہرایا، ایک اور شخص میرے پاس آ کر مجھ سے الجھ گیا کہ اگر آپ سچے فقیر ہیں تو یہ دودھ کا گلاس پی جائیں جو اصل میں آک (مدار) کا دودھ تھا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر اسے پی لیا مجھے اتنی گرمی معلوم ہوئی جیسے میں آگ پی رہا ہوں، میں نیت باندھ کر نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ دوران نماز ہی میرے جسم سے غیر معمولی پسینہ نکلا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ضرر سے محفوظ رکھا۔

زندگی میں آپ نے تین بار سفر حج کیا۔ پہلا سفر آپ نے پا پیادہ بے ویزے اور پاسپورٹ کے کڈپہ کی خانقاہ شاہ میری سے اٹھارہ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۳۱ء میں کیا۔ راستہ پر خطر، تنہا سفر، وسائل مفقود، کس درجہ اذیت بھرا یہ سفر رہا ہوگا، مگر جنون محبت اور جذبہ شوق، ہر مشکل کا علاج، اور ہر درد کا درمان بن گیا، بقول کسے

جنوں کی کوئی منزل ہی نہیں ہے یہاں ہر گام گام اولیں ہے

یا دوسرے کہنے والے کے الفاظ میں۔

میلا کسی گلی میں تو ہوگا لگا ہوا ان کا پتہ کسی سے نہ پوچھو چلے چلو

دوسرا حج آپ نے ۱۹۴۵ء میں پانی کے جہاز سے کیا۔

اور تیسرا سفر حج آپ نے ۱۹۶۵ء میں ہوائی جہاز سے کیا۔ اس سفر کا واقعہ ایک دفعہ آپ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ہوائی جہاز میں میں اسی پیوند لگے کپڑے میں بیٹھا ہوا تھا، تو ساتھ کے مسافر مجھے بار بار تعجب سے دیکھتے تھے، شاید وہ یہ سوچتے رہے ہوں گے کہ یہ گدائے بے نوا ہم شہنشاہوں کی بزم میں کہاں سے آ گیا۔ اور ان کو شاید یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

سفر حج بلاشبہ شاہ و گدا دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اور سب کو ایک ہی رنگ میں رنگ دیتا ہے "صبغة الله و من احسن من الله صبغة" یہ اللہ کا رنگ اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگنے والا کون ہے۔

مکہ شریف میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، دنیا کا سب سے انوکھا اور عجیب گھر۔ دنیا کے سارے مکان بے لباس اور عریاں ہیں۔ لیکن کائنات میں یہ اکیلا گھر ہے جو بنیاد سے چھت تک نہایت سیاہ اور قیمتی غلاف میں لپٹا ہوا ہے۔

دنیا کے کم و بیش ایک ارب انسان رات دن میں پانچ بار اس کی طرف رخ کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا خراج ادا کرتے ہیں۔ اور قرآن عظیم اس کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے۔

"ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکاً وهدی للعالمین فیه آیات بینات مقام ابراهیم و من دخله کان آمنا"

دنیا میں انسانوں کی عبادت کے لیے پہلا مبارک گھر اور سارے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت، اس میں اللہ تعالیٰ کی مبارک نشانیاں ہیں مقام ابراہیم اور جو اس کی حدود میں آ گیا ہر طرح محفوظ اور مامون ہو گیا۔

کعبہ کے سائے میں ہی مسکن اسماعیل علیہ السلام ہے، جہاں ان کی ایڑیوں کے نیچے سے شہپرِ جبرئیل علیہ السلام کا شاہکار چشمہ زم زم ہے۔ جو لگ بھگ چھ ہزار سال سے ساری دنیا کو باذن اللہ شفا اور حیات بانٹ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ماء زم زم لکل ما شرب" "آب زمزم جس نیت سے پیا جائے وہ حاصل ہو۔

مسجد حرام سے متصل پوربی جانب صفا ومروہ کی وادی ہے۔ جہاں ام اسماعیل حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پانی کی تلاش میں پیادہ تنہا سات چکر لگائے۔ آج ساری دنیا کے مسلمان ایام حج وعمرہ میں بلکہ دیگر ایام میں بھی، رات دن بے سدھ دوڑنے والوں کی بھیڑ دیوانہ وار چکر کاٹتی ہے، اوران کی آوازوں سے پوری وادی گونجتی رہتی ہے۔

"ان الصفا و المروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما"

صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی دونشانیاں ہیں تو جو حج وعمرہ کرے ان دونوں کا طواف کرے۔

مکہ سے تین میل کی دوری پر منی کی آبادی ہے، جو حق وباطل کی آویزش کی آماجگاہ اور جذب خلیل وصبر واطاعت اسماعیل علیہما السلام اور اسلامی قربانی کی جلوہ گاہ ہے جہاں کا نقشہ اعلی حضرت نے یوں کھینچا ہے۔

ہر اک کی آرزو ہے پہلے مجھ کو ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عید قرباں میں

اس سے ۶ رمیل آگے میدان عرفات ہے جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دنیا کے لیے زندگی اور بندگی کا منشور نشر فرمایا، اور "جبل الرحمۃ" ہے جہاں جنت سے نکلنے کے بعد پہلے انسانی جوڑے (حضرت آدم علیہما السلام) کی طویل جدائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملاقات کرائی۔ اور ان پر اپنا فضل اتارا، اور رحمت وبرکت نازل فرمائی۔

غور سے دیکھا جائے تو حرم الٰہی اور اس کے آس پاس کے خطہ میں اسلام کی چھ ہزار سالہ، بلکہ نسل انسانی کی ابتداء سے لے کر آج تک کی دینی اور اسلامی تاریخ زندہ

اور مجسم نظر آتی ہے۔

حضرت درویش قبلہ علیہ الرحمہ جیسا عارف باللہ راہ حق کی ان منزلوں سے شوریدہ سر اور آبلہ پا گذرا، مومنانہ اور حق آگاہ گذرا، ہشیار اور سرمست بادۂ الست گذرا کون بتا سکتا ہے کہ اس نے اس پرشوق حاضری میں کیا پایا اور اس کو کیا دیا گیا۔

کونین کی دولت کو خاطر میں نہیں لاتا
کیا جانئے اس در سے کیا لے کے گدا اٹھا

اسلام میں اللہ ورسول کی محبت وطاعت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام اور اہل بیت نبوت کی الفت اور تابعداری علامت ایمان واسلام میں سے ہے۔ ارشاد نبوی ہے

"اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم. ومثل اھل بیتی کسفینة نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق"

میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے۔ ان میں سے جس کی اتباع کروگے ہدایت پاؤگے۔ اور میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پایا اور جو اس سے الگ رہا ڈوب گیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

چنانچہ حج سے فراغت کے بعد چھ مہینہ آپ کا قیام مدینہ منورہ رہا۔ کیونکہ مدینہ شریف وہ دل آرا خطہ ہے جہاں مومن مرنے کی آرزو کرتا ہے۔

آگئے وادیٔ بطحا کی امان میں ارشد
کہہ دو آنا ہے تو اب پیک اجل آجائے

پھر وطن واپسی کے بجائے سفر عراق کے داعیے نے آپ کے دل میں زور باندھا،

عراق میں آپ نے پہلے روضۂ سید الشہد اشہزادۂ گلگوں قبا، امام علی مقام، مظلوم دشت کربلا رضی اللہ تعالی عنہ پر حاضری دی، جہاں اہل بیت اطہار نے اپنے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اور سر دیکر حقانیت اسلام کی شہادت ادا کی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

اور وہاں سے بغداد شریف حضور پیران پیر دستگیر سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے، اور وہاں پورے ایک سال مراقبہ ومجاہدہ ذکر و فکر واکتساب فیض میں گذارا۔ سال بھر بعد آپ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ وطن واپس جاؤ اور خلق خدا کی رشد وہدایت فرماؤ۔ چونکہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا نسبی علاقہ بھی تھا اور سلسلہ عالیہ قادریہ سے ہی آپ بیعت بھی تھے، اس لیے حسب الارشاد آپ راجعت فرمائے وطن ہوئے۔

واپسی میں بھی آپ بدستور سابق ملکوں ملکوں گھومتے پھرتے اہل اللہ کے مزارات کی زیارت کرتے، اور زندہ بزرگوں سے ملاقات کرتے ہوئے ہندوستان کے مشرقی علاقوں تک نکل گئے، اور وہاں سے لوٹے تو اجمیر مقدس کے ارادے سے واپس ہوئے راستے کی مشقتوں اور صعوبتوں نے آپ کے ظاہری وجود کو ہلا دیا تھا۔ اور آپ کی حالت یہ تھی کہ۔

جزم نیست کہ منزل گہہ مقصود کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگ جرس می آید

مجھے اپنی منزل مقصود کا کچھ پتہ نہیں۔ جانے والے قافلوں کی گھنٹیوں کی آواز کان میں آرہی ہے اور میں اسی کے سہارے چلا جارہا ہوں۔

اجمیر شریف پہنچے وہاں بھی آپ نے چھ مہینہ ذکر وفکر اور یاد الہی میں وقت گذارا۔

بغداد مقدس کی طرح سے اجمیر شریف میں بھی ایک سفید پوش بزرگ نے خواب میں آکر بشارت دی کہ اے درویش اب سیاحت موقوف کرد، اور مخلوق خدا کی خدمت اور دین اسلام کی صحیح تعلیم کی اشاعت میں لگ جاؤ۔

چونکہ حضور غوث الاعظم اور سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہما کے آستانوں سے آپ کی آئندہ زندگی کی راہ عمل متعین ہوگئی تھی اس لیے آپ وہاں سے واپس ہوکر کڈپہ شریف کی خانقاہ میں آئے۔ پھر والدہ اور بھائی کی ملاقات کے لیے مولد وموطن کسمور پہنچے، وہاں معلوم ہوا کہ والدہ کا تو انتقال ہوگیا ہے، اور بھائی بھی آپ کے انتظار کی راہ تکتے تکتے تھک کر کسی اور جگہ چلے گئے۔

آپ کو بھائی کے انتظار اور گمشدگی اور ماں کی وفات کا سخت افسوس ہوا، اور تھوڑی دیر غور وفکر کرنے کے بعد وہاں سے کوچ فرمایا، اور دکھنی ہند کے مشہور شہر ویلور کو قیام کے لیے منتخب فرمایا۔

ویلور اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ایک پر فضا مقام اور اعلی درجہ کا شہر ہے جہاں زندگی کی تمام آسانیاں فراہم ہیں، فقر وتصوف اور زہد وترک دنیا کے لحاظ سے کسی مقام کا محل وقوع یا اس کی عظیم شہرت کی کوئی اہمیت نہیں میرے خیال میں تو اس کو مقام اقامت قرار دینے کی یہ وجہ تھی کہ وہاں حضرت مکان کے نام سے ایک بڑی خانقاہ ہے، جس کے احاطہ میں ایک دینی دارالعلوم ہے۔ وہیں کے مشہور جامعہ باقیات صالحات سے بھی پہلے قائم ہے۔ اس خانقاہ کے بانی کا شاندار مقبرہ اور عالی شان مسجد لطیفیہ واقع ہے۔ اور متوسلین اور معتقدین کا دکن میں ایک وسیع حلقہ ہے، کہ اس دینی اہمیت کے لحاظ سے ہی حضرت نے اس کو اپنے قیام کے لیے منتخب فرمایا۔

آپ کے ویلور میں قیام کی صحیح تاریخ کا علم نہیں، البتہ اس سے انداز لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں آپ نے دوسرا حج قیام ویلور کے ہی دور میں کسی اہل خیر کی مدد سے

کیا، جب کہ پہلا حج ۱۹۳۱ء میں ہوا، دونوں حج کے درمیان کا یہ چودہ سال کا زمانہ تو زیادہ تر مسلسل سفر میں ہی گذرا۔ جو عرب کے وسیع علاقہ اور شام وعراق اور افغان و ہند سے رنگوں تک پر محیط ہے۔ ادھر انسان کی زندگی میں عقل وشعور کی پختگی چالیس سال کے بعد ہی ہوتی ہے جو ارشاد وتبلیغ کے لیے ایک موزوں وقت ہے، پھر ایک آدمی کے کسی جگہ قیام پذیر ہوکر پورے علاقہ میں شہرت پذیر ہونے کے لیے بھی کچھ مدت درکار ہوتی ہے، ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ویلور میں اقامتی زندگی کی ابتداء ۱۹۴۰ء کے آس پاس سے ہوئی۔

حضرت درویش صاحب علیہ الرحمہ کی یہ چالیس سالہ زندگی جذب وشوق اور سکر و بے خودی کی زندگی تھی، جس کے بارے میں کسی نے کہا ہے۔

مست مے بیدار گردد نیم شب　　　مست ساقی روز محشر بامداد

شراب کا نشہ تو آدمی سے رات کو اتر جاتا لیکن ساقی الست کا مست تو صبح قیامت تک بے ہوش رہتا ہے

حضرت درویش صاحب اپنی اس حالت کو جلالت کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے، ایک دفعہ فرمانے لگے، شروع میں ہم کو جلالت بہت آتا تھا، اور ہمارے تمام رفقاء اس حالت میں ہم سے لرزہ براندام رہتے تھے، مثلاً ایک دفعہ کا ذکر ہے، ایک جگہ دعوت ہوئی، ہم لوگ پہنچے دستر خوان لگ گیا اب سب حاضرین بیٹھنا ہی چاہتے تھے کہ کوئی بات ہوگئی جس سے ہم کو جلال آگیا، اب عالم یہ ہوا کہ سب لوگ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور ہمارا بیان شروع ہوگیا تو صبح اذان فجر تک جاری رہا، اور پوری رات لوگ ہاتھ باندھے کھڑے رہے، میں نے آہستہ سے عرض کیا پھر کھانے کا کیا ہوا، ہنس کر فرمایا سب لوگوں نے وہی ٹھنڈا کھانا کھایا۔

اور اب جو وہ کیفیت دور ہوئی اور اقامتی زندگی اختیار کی اس کو اصطلاح تصوف

میں سلوک سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ رہروان راہ طریقت اپنے ذکر وفکر کی جدوجہد میں کبھی اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان پر انوار وتجلیات ربانی کا غلبہ ہو جاتا ہے، تو وہ بے اختیار ہو کر عقل وخرد کے بندھنوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ ان میں بعض کی دائمی منزل بھی یہی بے خودی اور سرمستی ہو جاتی ہے۔ ان کو مجذوب کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے خوارق عادات زیادہ صادر ہوتے ہیں کہ ان کی نظر اسباب کے بجائے مسبب الاسباب پر ہوتی ہے، اور بعض کو اس کیفیت سے افاقہ بھی ہوتا ہے، اور انہیں مزید مقامات سلوک کی طرف ترقی دی جاتی ہے، اور بعض ابتدا سے ہی ان انوار وتجلیات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور مقررہ منازل سلوک تک ترقی کر لیتے ہیں، انہیں سالک کہا جاتا ہے، اور انہیں مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے مقرر فرمایا جاتا ہے، ان سے نسبۃً خرق عادت یا کرامات کا صدور کم ہوتا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ نظام عالم درحقیقت مسبب الاسباب اور خالق کائنات ہی سے ہے، لیکن اس نے اس کے لیے کچھ اصول وقواعد بھی بنائے جن کی پابندی حسن بندگی ہے، عرفاء میں سلوک کا درجہ مجاذیب سے اعلیٰ ہے، حضرت درویش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جذب کے راستہ سے سلوک تک پہنچایا گیا، اور مخلوق خدا کی رہنمائی اور اصلاح کا کام ان سے لیا گیا۔

طریقۂ تبلیغ:

عام طور پر حضرت درویش علیہ الرحمۃ جب کسی کی طلب پر یا بغیر طلب کسی جگہ پہنچتے اور آپ کا چرچا پھیلتا تو دنیاوی اور دینی ہر قسم کے ضرورت مندوں کی بھیڑ آپ کے گرد جمع ہو جاتی، اور نماز باجماعت کی جیسی پابندی آپ فرماتے تھے اس کے پیش نظر ان کے پاس آنے والوں کو بھی جماعت میں شرکت کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا، اگر وہاں کوئی مسجد نہ ہوتی تو آپ نماز، جماعت اور مسجد کی اہمیت ان کو سمجھاتے اور ان کو اس بات

کے لیے آمادہ کرتے کہ تعمیر مسجد کے لیے رقم میں اپنی جیب سے دوں گا، تم تعمیر کی نگرانی اور عملی جدوجہد کر کے میرا ساتھ دو اس کے لیے مقامی لوگوں کی ایک کمیٹی مقرر کر دیتے مسجد کی تعمیر کے ساتھ اس کی آبادی اور مستقل اخراجات کے لیے بھی وہیں یا دوسری جگہ کچھ رہائشی مکانات یا کاروباری عمارتیں بنواتے۔ وقتاً فوقتاً نگرانی کے لیے خود بھی پہنچتے اور معتمد آدمیوں کو بھی بھیجتے، اس طرح سالہا سال کی جدوجہد کے بعد وہاں دینی ماحول بن جاتا، اور مقامی طور پر کچھ لوگ مخلص مسلمان بن جاتے، ایسے لوگوں کی آپ وقتاً فوقتاً مالی مدد بھی کرتے، مختلف مواقع پر تحفہ وتحائف سے بھی نوازتے رہتے۔

ان تعمیرات کی تفصیل سے تو ابوالحسن مکاندار صاحب کی تحریر سے آگاہی ہوگی، اجمال یہی ہے کہ جہاں جہاں گئے نئی مسجدوں کا قیام، پرانی مسجدوں کی تعمیر جدید، بزرگوں کے مزرات اور خانقاہوں کی تشکیل فرمائی، چنانچہ آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ آپ نوٹ چھاپتے ہیں جس کی گورنمنٹ کی طرف سے بار بار تفتیش بھی آئی مگر تفتیش کرنے والے تھک ہار کر واپس ہو گئے۔

میں ان تمام کوششوں میں حضرت کے ساتھ نہیں رہا البتہ شموگہ میں نورانی مسجد مدرسہ نورانی کی تعمیر کے بعد میرا پہنچنا ہوا۔ فضل منزل کی آخری تکمیلی منزل میں وہاں موجود رہا۔

لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شموگہ میں حضرت کو وہاں کے ایک فروٹ مرچنٹ لائے، جب یہاں آپ کو قبول عام ہوا، اور لوگ آپ کے پاس آنے جانے لگے تو آپ نے دین اسلام کی تعلیم ان کو دی، اور مسجد کی ضرورت بھی بتائی، تمام لوگوں کے اتفاق رائے سے کلارک پیٹھ کے ایک عاشورہ خانہ جس میں ایک سال میں ایک بار ایام عاشورہ میں چند دن عزاداری کی مروجہ ناجائز رسوم ادا کی جاتی تھیں بقیہ سال بھر وہاں گنجیڑیوں، چرسیوں، اور بھنگیڑیوں کا جمگھٹا اور اوباشوں کی بھیڑ رہتی، نشہ بازی جوا،

غیر اخلاقی مشغلے جاری رہے۔

حضرت درویش علیہ الرحمۃ نے فرمایا تم سب مل کر مسجد بناؤ میں بھی اس میں مدد کر دوں گا، لیکن سب نے باصرار یہی کہا کہ آپ ہی اس کی تعمیر کی پوری ذمہ داری لیں۔ ہم آپ کی ہدایت اور رہنمائی میں آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ درخواست دینے والوں میں آپ کی تعلیم سے سدھرنے والے بھی شامل تھے، اور کچھ دنیا دار، خود غرض لوگ بھی ساتھ ہو گئے، انہیں خیال تھا کہ حضرت درویش کے پاس بے پناہ دولت ہے۔ جس کو دین مذہب کے واسطے سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، حضرت نے اپنی فراست مومنانہ سے کام لے کر ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور ان سے کچھ شرطیں لکھا لیں، اور انہیں لوگوں کی کمیٹی بنا دی اور سب کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اس طرح مسجد و مدرسہ نورانی اور فضل منزل کی تعمیر ہوئی اور دینی اور اخلاقی تعلیم کا اجراء ہوا۔

میں جب شموگہ پہنچا اس وقت وہاں بہت انتشار تھا، دنیا دار حضرات حضرت درویش علیہ الرحمہ کو دھوکہ نہ دے سکے اور آپ نے ان کی خیانت مجرمانہ اور رقم کی خورد برد کی وجہ سے ایسے لوگوں کو کمیٹی سے الگ کر دیا تھا، اور وہیں کے چند نوجوانوں کو کمیٹی میں شامل کر لیا تھا، یہ نوجوان مجھ سے پارٹ ٹائم کچھ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے، مگر مجھے ان کے دینی استقلال کی طرف سے اطمینان و بھروسہ نہ تھا، کہ جب ان تجربہ کار پختہ عمر کے لوگوں نے عہد وعدہ کر کے، مسجد اور حضرت کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں تو ان نوعمروں کا کیا بھروسہ، مگر حضرت کو پردہ فرمائے سالہا سال بیت گئے الحمد للہ حضرت کا قائم کیا ہوا نظام اپنے حال پر ہے، اور وہ مسجد سنی مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے تو مجھے اپنے مذکورہ بالا اندیشہ کا جواب مل گیا۔ کہ

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید ۔ قلندر دیکھ کر کہتا ہے

اور مجھے ان کے طریقۂ تبلیغ کا بھی اندازہ ہوا کہ یہ مساجد و مقابر کی تعمیر حضرت کی

کوئی ہابی یا طبعی شوق نہ تھا یہ مسجد و مدرسہ کھولکر اور وہاں کے لوگوں کو دینی کار میں اپنا شامل حال کر کے ان کو مذہب کی طرف مائل کرنا اور وہاں ایک دینی ماحول قائم کرنا تھا، اور اداروں کے لیے مستقل ذرائع آمدنی بنا کر اپنے بعد کے لیے ان مراکز کے بقا کا سامان کرنا تھا۔ چنانچہ وہ جہاں گئے ویرانوں میں ان کے دم قدم سے بہار آ گئی اور چمن کھل اٹھے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ ارتقا کی دلیل کب ہے اگر چمن کو چمن بنایا
وہاں کرو چل کے باغبانی جہاں کوئی شاخ تر نہیں ہے

میں پہلی بار شموگہ گیا تو عادۃ وہ علاقہ ہی مجھے اجنبی لگا، وہاں کے لوگ باگ، طور طریقہ، رہن سہن، وضع قطع، لباس و انداز، بول چال سب ہی اجنبی معلوم ہوئے، مگر جب مسجد نورانی میں داخل ہوا، تو مجھ پر خود بخود ایک اطمینانی کیفیت طاری ہوئی۔ مسجد اور اس کا گرد و پیش نہایت صاف ستھرا خود مسجد کا رنگ و روغن خوش نما اور نکھرا ہوا، اندر دالان میں نہایت صاف ستھری دریوں کی صف اور دالان اور سائبان کے درمیانی دروازوں پر خوش نما پردے لٹکے ہوئے رات میں مسجد کی چہار دیواری سے میناروں تک بجلی کے قمقمے جگمگ جگمگ کرتے ہوئے اور مسجد کے اندر گہرے ہرے رنگ کی روشنی۔ مسجد فی الحقیقت بقعۂ نور معلوم ہوتی تھی مزید حضور درویش بابا قدس سرہ بار بار یہ ارشاد فرماتے دیکھو مسجد کتنی نور ہے ان میں اکثر مقامی یا آس پاس کے وارد و صادر رہتے مگر کوئی شور نہیں کرتا، کہ یہ درویش بابا کی نورانی مسجد ہے، نماز کے اوقات میں مصلیوں کی کثرت جن کے چہروں پر لاہوتی اطمینان کی جھلک دیکھنے والوں کے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون رات کے سناٹے میں خالی مسجد میں بھی چلے جاؤ تو ایک دل آویز سکون اور مقدس روحانیت کا احساس ہوتا۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب آپ کے حسن اعتقاد اور احساسات کی کرشمہ سازیاں

ہیں، لیکن احساسات بھی تو اپنی کچھ بنیاد چاہتے ہیں؟

میں وہاں چار مہینہ رہا۔ نماز کی تیاری، وقت کی پابندی، دور دور سے جماعت میں شرکت کے لیے آنے والوں کی قطار اور وہاں کا نظم وضبط جماعت سے چند منٹ قبل حضرت درویش صاحب قبلہ کی نہایت خاموشی سے آمد اور پہلی صف کے اتری کنارے پر دیوار سے لگ کر سنت پڑھنا ایک منظر ہوتا کہ جس سے نماز با جماعت کی اہمیت اور رات دن کے معمولات زندگی میں نماز کی بنیادی وقعت اور اہمیت دل میں اجاگر ہوتی، میں سب باتوں کو حضرت درویش رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک ذات کی برکت تسلیم کرتا ہوں ورنہ ایک دفعہ ان کی وفات کے بعد بھی فاتحہ کے لیے حاضر ہوا تو یہ نظر آیا۔

تیرے بغیر یہاں کا عجیب عالم ہے
بھرے ہیں جام سبو بزم شوق برہم ہے

سب کچھ اسی وقت کا تھا، مگر وہ رونق اور روحانیت نہیں تھی۔

مستحبات اور آداب کے ترک پر تنبیہ:

دارالعلوم اشرفیہ کے مدرس جناب حافظ وقاری محمد جمیل صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار رمضان شریف میں تراویح پڑھانے کے لیے میں نورانی مسجد شموگہ میں حاضر ہوا۔ بے خیالی میں نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر پہلے بایاں قدم رکھ دیا۔ حضور درویش بابا نے انہیں تنبیہ شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر کام میں دایاں پسند تھا، یہ آپ کی مبارک سنت ہے۔ آپ نے یہ سنت کیوں ترک کی؟ اتنی دیر تک آپ نے حضرت قاری صاحب کو سمجھایا کہ وہ گھبرا کر پکار اٹھے کہ میرے لیے واپسی کا ٹکٹ منگا دیا جائے میں گھر واپس جاؤں گا، میں یہاں کی امامت کے لائق نہیں۔

حضرت نے جواب دیا ”آپ کیوں واپس جائیں گے، آپ کیوں امامت کے لائق نہیں۔ ہم نے آپ کو تراویح کے لیے بلایا ہے۔ ہم آپ کو اپنے بچے کی طرح آرام

سے رکھیں گے، اور کوئی کوتاہی ہوگی تو اس کی اصلاح بھی کریں گے جب قرآن شریف پورا ہو جائے گا تو ہم عزت واحترام سے آپ کو رخصت کریں گے، اس کے بعد میرے ساتھ محبت اور حسن سلوک سے پیش آتے رہے۔

اپنی عادت کریمہ کے موافق شموگہ کے محلہ آزادنگر (کلارک پیٹھ) میں جب نورانی مسجد سے ملحق نورانی مدرسہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو آپ نے ایک جشن افتتاح کا انعقاد فرمایا۔ پورے کرناٹک بلکہ اس کے ملحق علاقوں سے ہزارہا ہزار مسلمان اس جشن افتتاح میں شریک ہوئے۔ نماز عشاء کے بعد سے صبح وقت فجر تک حضرت درویش رحمۃ اللہ علیہ اور تمام حاضرین کھڑے درود وسلام اور حمد ونعت ومنقبت پڑھتے رہے وہاں شرکاء کے کھانے کا بھی انتظام تھا۔ دستر خوان پر میں نے عجیب طریقہ دیکھا کہ ہر شخص لقمہ پہلے اپنے ہونٹوں کے قریب لے جاتا پھر آنکھوں کے پاس لے جاتا پھر لقمہ منہ رکھتا۔ میں حیرت میں رہا۔ مگر کسی سے پوچھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ سب لوگ اپنی طرح کھاتے رہے ہیں معروف طریقہ پر کھاتا رہا۔ میں قیام گاہ پر آیا تو مولوی محمد بن حسن ملاباری جو ہمارے درمیان واسطہ اور مجھے مبارک پور سے وہاں لے جانے والے تھے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت درویش صاحب کی تربیت اور ہدایت ہے، اور ان کے یہاں تمام کھانے والے لقمہ کو پہلے بوسہ دے کر آنکھوں سے لگاتے ہیں پھر لقمہ منہ میں رکھتے ہیں۔ چونکہ میری نظر سے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں گذری تھی اس لیے میں نفی یا اثبات میں کوئی اظہار خیال نہیں کرسکا۔ مولوی محمد بن حسن کہنے لگے وہ تو جیسے ہی آپ نے کھانا شروع کیا حضرت نے مجھ سے کہا تم تو بتاتے ہو کہ اتنے بڑے مولانا ہیں اور کھاتے وقت لقمہ کو بوسہ نہیں دیتے۔ میں نے کہا حضرت وہ بہت بڑے مولانا ہیں، انہیں اس طرح ٹوکنا مناسب نہیں۔ تو وہ خاموش ہو گئے لیکن تھوڑے دن بعد ہی اتفاقاً میری نظر اس مسئلہ پر پڑی جس سے میری حیرت

اور الجھن دور ہوئی۔

ہوا یہ کہ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی محلہ کے مفسدین اور حضرت درویش علیہ الرحمہ کے مابین نورانی مسجد کے امام کا مسئلہ الجھا ہوا تھا۔ مفسدین یہ کہتے تھے کہ موجودہ امام کو جو حضرت درویش علیہ الرحمہ کا تربیت یافتہ صحیح خواں اور شکل صورت اور عمل وکردار کے اعتبار سے بھی امامت کا اہل تھا۔ امامت سے بھی علیحدہ کر دیا جائے۔ اور ہم اپنی پسند سے امام لائیں وہ رکھا جائے۔ اور حضرت کا کہنا تھا کہ یہ مقررہ امام ہے۔ عرصہ سے امامت کر رہا ہے۔ اس کو بلاقصور امامت سے علیحدہ کرنا ظلم اور ناجائز۔ اور مخالفین کا استدلال اس جزیہ سے تھا۔ امام کے مقرر کرنے میں جب متولی اور اہل محلہ کا اختلاف ہو اور اہل محلہ کا پسندیدہ، بانی کے پسندیدہ امام سے افضل ہو تو وہی رکھا جائے گا۔

اس مسئلہ میں درویش علیہ الرحمہ کا موقف صحیح تھا۔ کیوں کہ مقرر امام کو بلاقصور علیحدہ کرنا ضرور ناجائز حرام ہے، شامی ہے ''لاینعزل صاحب وظیفة بلا جنحه'' اور مخالفین کے مسئلہ کا تعلق اس صورت حال سے ہے کہ کسی مسجد میں امام نہ ہو اور امام مقرر کرنے میں بانی اور اہل محلہ کا اختلاف ہو تو جو دونوں میں افضل ہو وہ رکھا جائے۔ نہ کہ مقرر امام کو ہٹایا جائے۔ یہ تنازعہ یہ اس حد تک پہنچا کہ لوگ کمشنر کو بلا لائے۔ اس نے طرفین کی باتیں سنیں اور اس شرائط نامہ کو دیکھا جو مسجد کی تعمیر کی ابتدا میں انہیں لوگوں نے لکھ کر دیا تھا۔ اس نے حضرت کو کچھ نہیں کہا اور حضرت کو آداب اور کورنش کر کے چلا گیا۔ اور مقررہ امام ہی باقی رہا۔ اس سلسلہ میں لوگوں نے مجھ سے بھی مسئلہ پوچھا اور میں نے حضرت کی تائید کی۔ مجھ سے کتاب کا حوالہ مانگا گیا۔ میں نے فقہ کی مشہور کتاب درمختار اور اس کا حاشیہ شامی منگائی اور ورق گردانی کے دوران یکا یک یہ عبارت میرے سامنے آئی ''اما تقبل الخبز فقد جوزه الشافعية وانه بدعة مباحة وقيل حسنة و قالوا يكره دوسه لا بوسه و قواعدنا لا تاباه '' روٹی

کو بوسہ دینے کو شافعیہ نے جائز کہا، کچھ لوگ اس کو بدعۃ مباحہ (جائز) کہتے ہیں، اور کچھ بدعت حسن (باعث ثواب) شوافع کہتے ہیں کہ روٹی کا پاؤں سے روندنا مکروہ ہے، اس کو چومنا مکروہ نہیں، اور یہ بات مذہب احناف کے اصولوں کے خلاف بھی نہیں۔ اس عبارت کے دیکھ لینے کے بعد میری وہ الجھن اور حیرت تو ختم ہوگئی جو لوگوں کو اس طرح کھاتے دیکھ کر لاحق ہوئی تھی، اور حضرت درویش رحمۃ اللہ علیہ کا احترام دل میں بڑھ گیا، کہ اس ادب کی بھی کتب فقہ میں اصل موجود ہے۔

البتہ اس پر اچنبھا ضرور رہا کہ درمختار وشامی کی یہ عبارت اب تک میں نہ دیکھ سکا تھا، حالانکہ یہ کتاب روزانہ میرے مطالعہ میں رہتی ہے، اس خاص موقع پر ہی اس پر نظر پڑنا اچنبھے کی بات ہے۔

ایک اور صاحب میلوں سے سائیکل پر سوار بالتزام نورانی مسجد میں آتے نماز کے وقت ان پر ایسا خشوع وخضوع طاری رہتا، جسے دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی تھی، ایک دن مسجد میں ہی اذان واقامت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھا چومنے کا ذکر آیا، حضرت درویش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معمولات اہل سنت میں نہایت سخت تھے، کسی نے وہابیوں کے انکار کا ذکر کیا اور اس کی مذمت کی، جس آدمی کا میں نے ابھی ذکر کیا، وہ بول اٹھا کہ انگوٹھا چومنا کوئی فرض یا واجب تو نہیں، شاید اس کی غرض یہ رہی ہو، جب یہ ایک مستحب امر ہے تو اس کا انکار کرنے والوں پر شدید انکار نہ ہونا چاہیے، اس شخص نے ابھی آدھی ہی بات کہی تھی کہ حضرت درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جلال آ گیا، آپ نے فرمایا فلاں صاحب! آپ سرکار کا نام پاک سن کر ایک بار انگوٹھا چومنے کو فرض یا واجب نہیں مانتے اور میں تو آپ جتنی دیر میں سرکار کا ایک بار نام لیں میں تین بار انگوٹھا چوموں گا۔

یونہی جو شخص مسجد میں آئے اور اندر دالان میں جانا چاہے، اور حضرت دیکھ لیں تو

بغیر وضو بنائے مسجد کے اندرونی حصہ میں جانے نہ دیں۔

فاتحہ کا کھانے پکانے والے مرد ہوں یا عورت، سب کا پاک اور باوضو ہونا ضروری ، پھر بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر آگ جلاؤ، بسم اللہ اور درود پڑھ کر آٹا گوندھو، اسی اہتمام کے ساتھ روٹی توے پر ڈالو مختصر یہ کہ ہر ہر مرحلہ پر بسم اللہ اور درود کی کثرت ہو۔

بادی النظر میں یہ امور حد اعتدال سے بڑھی ہوئی زیادتی معلوم ہوتے ہیں، لیکن غور سے دیکھا جائے تو کسی مزدور کا کریڈٹ صرف ڈیوٹی سے نہیں بنتا، اسکی بزرگی اور عظمت کا راز اُوَرٹائم خدمت، اور مقصد کے ساتھ اخلاص میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور یہ دنیا والوں کا ہی دستور نہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرع میں بھی اسی کو ترقیات کا سبب بتایا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ پاک وتعالیٰ وتبارک سے روایت کرتے ہیں۔

''لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذااحببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه و لسانه الذی یتکلم به ویده التی یبسط بها و رجله التی یمشی بها''۔

میرا بندہ (فرائض تو پوری پابندی سے ادا کرتا ہی ہے) نوافل اور سنن و مستحبات کے ذریعہ بھی میری نزدیکی کا طالب رہتا ہے، تسلسل اور انہماک کے ساتھ میری بندگی اور طاعت میں لگا رہتا ہے (بلکہ اس کے غور وفکر اور سوچ کا یہ معیار ہوتا ہے۔

اک لحظہ دلا غافل ازآں ماہ نہ باشی شاید کہ نگاہی کند آگاہ نہ باشی

اے دل ایک لحظہ بھی اس چاند سے غافل نہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری طرف دیکھے اور تم بے خبر ہو) تو میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہوجاتا

ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکی زبان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ بولتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک اور منزہ ہے۔ اس لیے وہ واقعہ اور حقیقت میں کسی کا ہاتھ پاؤں اور کان ناک اور اعضاء اور جوارح نہیں ہوسکتا، یہ بات شرعاً اور عقلاً ہر طرح محال ہے۔

حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے کان ناک وغیرہ ہونے کا مطلب کچھ اور ہے۔ چنانچہ حدیث کی شرح کرنے والوں نے اس کے دو معنی بتائے ہیں۔

(۱) بندہ اپنے پورے وجود اور ہستی کے ساتھ میرا مطیع وفرماں بردار ہو جاتا ہے۔ اور ہر حرکت وسکون میں میری مرضی کا پابند ہو جاتا ہے، وہی سنتا ہے جس میں میری رضا ہو، وہی دیکھتا ہے جس میں میری خوشنودی ہو، وہی بولتا ہے جو میرا حکم ہو، اور وہی کرتا ہے جس کی میری طرف سے اجازت ہو، حد یہ ہے کہ اس کی عقل وفہم، دل ودماغ، اور ظاہر وباطن پر میرے جلووں کی حکومت ہو جاتی ہے اور وہ زبان حال سے پکارتا ہے۔

تیرا جمال ہے تیرا خیال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ کیا ہوں میں

(۲) دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ، اللہ تعالیٰ اس کی ذات وصفات پر اپنے جلووں کی تجلی ڈال دیتا ہے، تو اب اس کے ہر عضو سے ربانی قوتوں کا ظہور ہوتا ہے، اور اس سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں جو آدمیوں کے بس سے باہر ہوتے ہیں۔

دیکھا جائے تو اس حدیث پاک میں رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے اس بندۂ خاص کے تمام فضائل وکمالات کا سبب ''تقرب بالنوافل'' کو قرار دیا۔ مستحبات ومرضیات کو

بتایا، یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے فرائض کو کما حقہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل و مستحبات کو بھی اسی مستعدی اور تن دہی سے ادا کرنے کا حکم دیا، خود بھی اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھایا، اور اسی لیے حضرت درویش رحمۃ اللہ علیہ نے ادنیٰ سے بھی ادنیٰ ادب شریعت کو غیر معمولی پابندی سے ادا فرمایا، اور متبعین سے بھی ایسی ہی پابندی کے طالب ہوئے۔

ننگے سر پھرنا ادب شریعت کے خلاف ہے۔ حضرت درویش علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے تھے، میں تو سونے کے وقت بھی ٹوپی اوڑھ کر سوتا ہوں، اور حتی الامکان کبھی بھی کھلے سر نہیں رہتا۔

حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک واقعہ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے، آپ ایک ایسے آدمی سے ملنے گئے جن کی بزرگی کا شہرہ تھا۔ دونوں حضرات کا سامنا ایک مسجد کے دروازہ پر ہوا۔ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے ملنے مسجد میں جا رہے تھے اور وہ اس وقت باہر نکل رہے تھے، مسجد سے نکلتے ہوئے اس بزرگ نے قبلہ کی طرف رخ کر کے تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو سعید علیہ الرحمہ وہیں سے واپس ہو گئے، نہ ان سے سلام کیا نہ مصافحہ۔ اور فرمایا۔

''من لم یکن ماموناً علی ادب من آداب الشریعة کیف یکون ماموناً علی سر من اسرار اللہ''۔

ولایت تو اللہ کا ایک بھید ہے، تو جو شریعت کے ایک ادب کی نگہہ داشت نہ کر سکا اللہ کے بھید کی حفاظت کے لیے اس پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے، تو بھلا وہ ولی کیسے ہوگا۔

مختصر یہ کہ حضرت درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آداب شریعت کا انتہائی پاس اور لحاظ رکھتے، جو آدمی کے خدا رسیدہ ہونے کی بڑی نشانی ہے۔

اسلام کھانے کے معاملہ میں اعتدال کا حکم دیتا ہے، آدمی مطلقاً کھانا پینا چھوڑ دے کہ اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا دوبھر ہوجائے، جینے کے لالے پڑ جائیں یہ ناجائز وحرام ہے۔ اور آسودگی کے بعد بھی کھاتا ہی رہے، کہ کھانا تکلیف اور آزار بن جائے یہ بھی ناجائز اور ممنوع ہے کھانا اتنا کھانا چاہیے، کہ جسم میں اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری، اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رہے، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کھانا تب کھائے کہ بھوک لگے، اور کچھ بھوک باقی رہے تو کھانا چھوڑ دے، حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون کو اچھے پیرایہ میں بیان کیا۔

خوردن برائے زیستن وذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

کھانا جیسے اور خدا کا ذکر کرنے کے لیے ہے، اور تو اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ جینا کھانے کے لیے ہے۔

صوفیائے کرام نے حدود شرع کے اندر رہ کر بھوکے رہنے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ اور اس پر عمل درآمد کی بڑی تاکید کی ہے، وہ تین باتوں کو خدارسی کا معیار قرار دیتے ہیں، کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن، کم کھانا، کم سونا، کم بولنا۔

حضرت درویش علیہ الرحمہ کے لیے میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ آپ کھاتے ہی نہیں تھے۔ ضرور کھاتے رہے ہوں گے، ہوٹل سے روزانہ چائے منگواتے۔ وقتاً فوقتاً کھانا بھی ہوٹل سے آتا۔ مگر میرا کہنا یہ ہے کہ چار ماہ تک میں رات دن ان کی قیام گاہ سے متصل مدرسہ میں رہا، لیکن انہیں کھاتے پیتے نہیں دیکھا، نہ ان کی کوٹھری یا آگن میں کھانے پکانے کا انتظام نظر آیا، اگر کوئی شخص تحفۃً کھانے پینے کی کوئی چیز کسی وقت دے گیا تو کئی وقت تک پڑی رہتی پھر آپ کسی کو دے دیتے، اور فرماتے، عورتیں کھانا پکانے میں صفائی ستھرائی کا لحاظ نہیں کرتیں اس لیے میں عام لوگوں کے تحفہ تحائف سے پرہیز

کرتا ہوں، ہاں صوفی عبدالعزیز ہری بر والوں کے گھر صفائی اور ستھرائی کی تعریف کرتے ایک دن ان کے یہاں سے کدو کا حلوہ بن کر آیا تو آپ نے مجھے یہی کہہ کر دیا کہ یہ ان کے گھر کا بنا ہے، ان کے گھر کے لوگ میری ہدایت کے موافق باوضو کھانا بناتے ہیں۔

البتہ ہفتہ دو ہفتہ میں' جب تک میں وہاں رہا ایک دو وقت میری دعوت ضرور کرتے، مسالہ ڈال کر پلاؤ کی طرح چاول بنواتے اور تازہ کھوپرے کی چٹنی بنواتے (جو مجھے بہت پسند تھی) اسی کوٹھری میں جس میں بمشکل ۸، ۱۰ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے مجھے بلاتے ایک کشادہ منہ کے برتن میں میرا ہاتھ ہلاتے ایک ہاتھ سے گرم پانی میرے ہاتھ پر ڈالتے اور دوسرے ہاتھ سے میرا ہاتھ ملتے۔ پھر اپنے رومال میں میرا ہاتھ پونچھتے اور میں کھانے لگتا تو باصرار لقمہ بنا بنا کر میرے منہ میں رکھتے اور پوچھتے جاتے کھانا منہ کا اچھا ہے یعنی خوش ذائقہ۔ آپ علماء کے ساتھ ایسے ہی اکرام سے پیش آتے تھے، میں کہہ یہ رہا تھا کہ قلت طعام آپ کی زندگی کا معمول، اور کم خوردن آپ کی عادت ثانیہ تھی۔

شب بیداری اور رات کی سجدہ گزاری بھی اسلام کی پسندیدہ خصلتیں اور صوفیائے کرام کی محبوب اور مرغوب ساعتین ہیں۔ حضرت حسن بریلوی فرماتے ہیں۔

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ تعال علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔

''فتهجد به نافلة لک عسى ان يبعثک ربک مقاماً محمودا''

رات میں سوتے سے اٹھ کر نماز تہجد پڑھئے۔ یہ آپ کے لیے ایک زائد نماز ہے تا کہ رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے۔

اور عام مسلمانوں کی تعریف میں ارشاد ہوا:

''تتجا فی جنوبھم عن المضاجع''۔ (ہمارے محبوب بندے) رات میں خواب گواہوں سے پہلو بچا کر ہماری بارگاہ میں نیاز مندی بجالاتے ہیں۔

حضرت درویش رحمۃ اللہ تعالی علیہ بھی رات میں جگ کر عبادت اور دن میں مصروف خدمت و ریاضت رہتے، بسا اوقات ایسا ہوا کہ رات میں میری آنکھ کھلی تو مسجد کے صحن میں انہیں ٹہلتے دیکھا، کبھی بعد عشا دیر تک انہیں صحن مسجد کے کنارے سنگین بنچ پر بیٹھے اپنے کسی مخصوص معتقد کو ہدایت فرماتے دیکھا، یا ٹک ٹکی باندھے انہیں مسجد کی طرف تکتے دیکھا۔ الغرض نماز تہجد کے علاوہ بھی آپ کم ہی سوتے۔ آپ نے بار بار فرمایا میں اپنی راتوں میں جب سب سو جاتے ہیں، اپنے رب سے فریاد کرتا ہوں اور اس کے حضور اپنے عجز و فروتنی کا اظہار کرتا ہوں کہ مولا تیرے سوا کون ہے جو میری فریاد سنے اور جس کی رضا میرا مقصد زندگی ہو۔ کیونکہ۔

تو تو جس خاک کو چاہے وہ بنے بندہ پاک
میں خدا کس کو بناؤں جو خفا تو ہو جائے

سات آٹھ سال کے دوران میں جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے جسم پر وہی لباس پایا جو پہلی بار ان کے جسم پر دیکھا تھا، موٹے سوتی کپڑے کی چھوٹے عرض کی سیاہ لنگی جو ہمیشہ ٹخنوں سے گرہ دو گرہ اونچی ہوتی میں نے جب دیکھا محسوس ہوا وہی پرانی لنگی پہنے ہوئے ہیں، ایک دو اور رہی ہوں گی کہ نہانے اور دھونے کے لیے ایسا ضروری ہے۔ ایک جبہ تھا جسکے چاک کھولے ہوئے نہیں تھے۔ اس کے لیے فرماتے تھے کہ حج کے سفر میں روضۂ اقدس کے سامنے ایک پھیری والا ایک ریال گز کے حساب سے بیچ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک سمجھ کر میں اسے خرید لیا۔ اور سلا کر تب سے اب تک پہنتا ہوں۔ پھٹ جاتا ہے تو اس پر پیوند لگا لیتا ہوں (تہہ بہ تہہ پیوند لگاتے لگاتے کافی موٹا ہو گیا تھا) جمعہ میں اکثر آپ اسی کو پہنتے، دو ایک کرتے بھی معمولی سادہ

کپڑے کے تھے جس میں دامن کے چاک کھلے ہوئے تھے۔

احاطہ مسجد میں گھومنے کے لیے ربر کی ایک جوتی جو اس زمانے میں روپیہ ڈیڑھ روپیہ کی ہوگی اور باہر آنے جانے کے لیے ایک جوڑہ نیوکٹ جوتا، جس پر روغن یا پالش کا اہتمام تھا، ایک معمولی عصا اور ایک چادر بھی اوڑھ لیتے۔ ٹوپی گول اور سر پر بالکل منڈی ہوئی۔ خود بھی سی لیتے رہے ہوں گے اور درزی کی سلی ہوئی بھی آپ کے پاس رہتی۔ جو اپنے مخصوص معتقدوں کو دیتے۔ اور وہ لوگ بھی بطور تبرک یا یونیفارم کے جب آپ کے پاس آتے ضرور سر پر اوڑھ لیتے۔

شموگہ کے ایک سفر میں میں نے ایک جمعہ کے خطبہ میں ایک مرتبہ موضوع بنایا کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا کی مذمت میں بہت کچھ ارشاد فرمایا، ایک دفعہ فرمایا: ''حلالها حساب حرامها عقاب '' دنیا سے تم نے جو کچھ فائدہ اٹھایا اگر حلال ہے تو اس کا حساب دینا ہوگا، کب خرچ کیا، کتنا خرچ کیا، کیوں خرچ کیا، اور حرام فائدہ اٹھایا تو آخرت میں اس پر عذاب ہوگا، میں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا: آج جو متاع دنیا سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں وہ تو آخرت میں عذاب کے مستحق ہوں گے ہی، لیکن جو لوگ آج اپنے جائز مصارف میں بھی بے حساب خرچ کرتے ہیں اور اندھادھند مال لٹاتے ہیں انہیں بھی میدان حشر میں پائی پائی کا حساب دینا ہوگا۔ اور یہ بھی ان کے لیے کتنا مشکل ہوگا یہ تو روز قیامت ہی معلوم ہوگا، اور جو لوگ اپنی حلال کمائی سے بھی دنیا میں سبکسارانہ گذرتے ہیں انہیں حساب دینا کتنا آسان ہوگا، مثلاً ہمارے درویش صاحب کو۔ میں لگ بھگ دس سال سے دیکھ رہا ہوں کہ آج بھی وہی لباس ان کے زیب تن ہے جو میں نے جسم پر پہلے سال دیکھا تھا۔ حساب کے لیے ہم مان لیتے ہیں کہ آپ نے پانچ سال میں بھی ایک جوڑا لباس پہن کر ختم کیا ہو۔ اور سو سال کی عمر تک دنیا میں زندہ رہے ہوں، اور قیامت میں آپ سے حساب کے وقت

پوچھا جائے کہ تم نے دنیا میں کل کتنے کپڑے پہنے تو آپ انگلیوں پر حساب لگا کر فوراً بتادیں گے ستر ہ جوڑے اس لیے کہ نا بالغی کے پندرہ سال تک عموماً آدمی غیر مکلف رہتا ہے، تو اس کو حساب سے وضع ہونا چاہیے۔

اسی لیے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اپنے لیے خرچ کرنا ہوتا ہے تو ہم پائی پائی کا حساب رکھتے ہیں کہ اس کا حساب دینا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہوتا ہے تو بے حساب خرچ کرتے ہیں کہ اس کا حساب وصول کرنا ہے۔ تقریر سن کر حضرت درویش علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے کہ وہ بھی اکثر دنیا کی بے ثباتی پر بیان فرماتے رہتے۔ اور آخرت کی تیاری کے لیے تاکید کرتے۔ کسی کو دعا بھی دیتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت کی فکر سے بیدار کردے۔

آپ نے نورانی مسجد کی اتری دیوار سے لگ کر اتری و مغربی کونہ کے پاس ایک مختصر کوٹھری اپنے قیام کے لیے بنوائی جس میں اتر رخہ دراز ہ تھا جو مسجد کی ہی راہ داری میں کھلتا تھا۔ اسی راہ داری سے گذر کر آپ مسجد میں آتے تھے۔ اسی کونہ سے محراب مسجد تک مسجد کی پشت پر ایک چہار دیواری تھی۔ جس کو اس کوٹھری سے ملا دیا گیا تھا۔ جس سے ایک چھوٹے سے احاطہ کی صورت ہوگئی تھی۔ اور کوٹھری میں اتر رخہ دروازہ کے بالمقابل ایک دکھن رخہ دروازہ بھی لگا دیا گیا تھا جس سے آپ اس مختصر احاطہ میں آتے اور احاطہ میں لگے ہوئے ایک پچھم رخہ دروازے سے نکل کر آپ غسل خانے، وضو خانے، اور استنجا خانے میں آتے۔

آپ کی رہائش کا کمرہ تو وہی کوٹھری تھی، احاطہ میں وضو فرماتے۔ کسی ایصال ثواب کے موقع پر وہیں کھانا بنتا، اسی میں ایک طرف ٹین کی چادر کا ایک سایہ بان تھا جس میں ایک سمنٹ کی بینچ بنی ہوئی تھی جس پر کبھی بیٹھتے۔

کوٹھری کی دکھنی دیوار میں ایک چھوٹی سے الماری تھی جس میں قرآن شریف کچھ

کتابیں، مدینہ پاک اور میدان احد کے دو ایک پتھر اور عطر کی کچھ شیشیاں تھیں۔ ان چیزوں کو حضرت نے ایک بار مجھے خود دکھایا تھا۔ ویسے بھی میں جب اس کوٹھری میں گیا کوئی بستر، فرش کرسی وغیرہ کچھ نہیں دیکھا۔ یہی حال احاطہ کا تھا، کہ اس میں بھی خانہ داری کا کوئی سامان اور انتظام نظر نہیں آیا، آپ نے زندگی بھر اسے گھر نہیں بنایا، اور وفات کے بعد وہیں دفن ہوئے۔

آپ ملنے والوں، حاجت مندوں، اور دیگر حاضرین سے اسی کوٹھری میں کھڑے کھڑے ملتے، زیادہ ملنے والے ہوتے تو کئی کئی لوگ ایک بار حاضر ہوتے، ورنہ باری باری سب لوگ حاضری دیتے، ہر ملنے والے کو پہلے آپ خوشبو لگاتے پھر خیریت اور ضرورت پوچھتے۔ یہ سارا کام آپ کھڑے کھڑے ہی کرتے۔ حاضرین بھی ادب سے کھڑے ہی رہتے، حجرے کے باہر بھی جو لوگ ملتے یا ساتھ ہوتے، جتنی دیر بھی ہو جائے کھڑے کھڑے ہی بات کرتے۔ آپ کے وہاں آنے والوں میں سبھی قسم کے لوگ ہوتے۔ تعلیم یافتہ غیر تعلیم یافتہ، سرکاری ملازمین، عہدیدار، اور عام کاروباری یا بے روزگار لوگ سبھی ملتے۔ ہندو اور مسلمان کی بھی کوئی تمیز نہیں تھی، مختلف حاجتیں اور ضرورتیں لے کر آتے، کسی کو دعا کسی کو روپیہ پیسہ، کسی کو نصیحت و ہدایت، غرض سب کی حسب ضرورت حاجت روائی فرماتے۔

متعلقین اور حاضر باشوں میں جتنے لوگ بھی ہوتے سال میں کئی موقعوں پر ان کے لیے پورے کپڑے بنواتے اور پیسوں سے مدد کرتے، کئی طالب علموں کو مختلف مدارس میں ماہوار وظیفہ بھیجتے۔ نذرانہ دینے والوں کی نذر بھی قبول کر لیتے اور بہتوں کو پھٹکار بھی دیتے کہ تمہارا پیسہ میرے لائق نہیں، اور کتنوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیتے کہ اس کو رکھو یہ تمہارے کام آئے گا۔

زندگی بھر شادی نہیں کی اور عورتوں کو دیکھنے سے سختی سے پرہیز کرتے، مسجد کی اتری چہار دیواری سے متصل عام سڑک تھی اس لیے اس چہار دیواری کو قد آدم سے بھی بلند کروا دیا تھا کہ سڑک پر آنے جانے والی عورت پر بے اختیار بھی نظر نہ پڑے

جائے۔ جب ٹرین سے سفر کرتے تھے تو کسی ایسے کمپارٹ میں سوار نہ ہوتے جس میں عورت بیٹھی ہو، جیسے اور بزرگوں کے پاس عورتیں تعویذ و دعا کے لیے آجاتی ہیں آپ کے یہاں ایسا کبھی نہیں دیکھا۔

نماز با جماعت میں شرکت کے لیے ہمیشہ مسجد میں چہار دیواری کے اندر کی راہداری سے آتے جاتے۔ مسجد کی اندرونی دیوار کے اتری دروازہ سے داخل ہوتے اور اتری دیوار سے لگ کر پہلی صف میں بیٹھ جاتے۔ خشوع وخضوع سے سنتیں پڑھتے، اور سر جھکا کر بیٹھ جاتے، جماعت کے بعد بھی سنتیں وہیں پڑھتے، پھر مسجد میں لٹکے ہوئے طغروں کو غور سے دیکھتے پھر ان پر اپنا ہاتھ پھیرتے، اور ہاتھ اپنے چہرہ پر مل لیتے۔

دعا کی درخواست کرنے والوں کے لیے زبانی دعا بھی کرتے، اور اردو تحریر آپ کی بہت خوبصورت تھی اس لیے بہتوں کو اپنی دعا لکھ کر بھی دے دیتے کہ اس کو فریم کرا کر احتیاط سے گھر میں ٹانگ دینا برکت ہوگی۔

آپ کی مسجد میں نماز جمعہ کے بعد ایک طویل سلام پڑھا جاتا تھا، جس میں نسبۃً کم لوگ شریک ہوتے، مگر جو شریک ہوتے مستقل مزاج متاثر ہونے والے لوگ ہوتے، جن کی آنکھیں اور چہرے اس بات کی گواہی دیتے تھے۔

آپ بالکل زاہد خشک بھی نہ تھے اور ایسا برجستہ جواب دیتے کہ مخاطب خواہی نہ خواہی مسکرا اٹھتے۔ رحمة الله تعالیٰ علیه واکرمنا ببرکاته.

یہ مختصر تحریر میں نے عالی جناب ابوالحسن صاحب مکاندار کے اصرار پر لکھ دی۔ جس میں ان کے ارشاد کی تعمیل کے ساتھ ساتھ حضرت قبلہ درویش قدس سرہ کی عنایات بے نہایت پر اظہار احسان مندی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

احب الصالحین و لست عنهم
لعل الله یرزقنی صلاحاً

عبدالمنان اعظمی حال وارد ہالینڈ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

راقم کے مرتب کردہ دو کتابچے تذکرہ سید مقبول احمد شاہ صاحب قادری کشمیری علیہ الرحمہ اور فتاوی مقبولیہ کے تبصرہ میں مولانا محمد احمد مصباحی نگراں ورکن المجمع الاسلامی مبارکپور رقم طراز ہیں کہ بزرگوں کی زندگی میں لوگ ان سے فوائد تو طرح طرح سے حاصل کرلیتے ہیں لیکن ان کے حالات جمع کرنے اور دوسروں کوان سے روشناس کرانے اور اگلی نسل تک اس کا دینی علمی اور عملی پیغام منتقل کرنے پر توجہ نہیں دیتے اس طرح بے شمار بزرگوں کے بے شمار حالات اس غفلت اور بے توجہی کے باعث ناپید ہوگے کسی شخصیت سے فائدہ اٹھانے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر فائدہ پہنچانے والے شاید دباید ہی ملتے ہیں ہم انہیں کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں مگر ہماری ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ ان سے جو فائدہ اٹھایا اس کی مکافات کم ازکم اس طرح کریں کہ ان کا ذکر خیر باقی رہے ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ تم پر اگر کوئی احسان کرے تو اس کا بدلہ چکاو اگر یہ نہ ہوسکے تو کم ازکم اس کا شکریہ ادا کرو اور اسکا چرچہ کرو۔

راقم نے قطب العصر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ سے بہت سارے روحانی و جسمانی انمول فوائد حاصل کیے ہیں، جس کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے، اس ذمہ داری کے تحت شکریہ ادا کرنے کے طور پر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کے حالات زندگی کو ترتیب دینے اور صحیح روایات حاصل کرنے کے لیے ۲۰۰۱ء کے عرس مبارک کے موقعہ پر وہاں موجود عاشقان درویش بابا علیہ الرحمہ سے ذکر کیا کہ بس ذکر کرنا تھا کہ وہاں موجود ہر شخص اپنے اپنے تجربات وکرامات کے ذکر میں اپنی اپنی رائے پیش کرنے لگے لیکن

ان کی باتوں میں سے ایک بات راقم نے نوٹس لیا، اس وقت وہاں موجود لوگوں میں بار بار ایک شخصیت کا نام لیا جا رہا تھا، اس شخصیت کا نام بحر العلوم حضرت علامہ مفتی محمد عبد المنان صاحب اعظمی قبلہ دام ظلہ تھا۔ راقم نے ان معلومات کو حاصل کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ علامہ مفتی صاحب کو ۱۹۶۲ء میں نورانی عربی مدرسہ کلارک پیٹھ کے افتتاح کے موقع بلایا گیا تھا آپ نے چند مہینے یہاں قیام کیا دوران قیام نورانی مسجد میں امامت کرتے تھے اور جب بھی علامہ مفتی صاحب بعد نماز مسجد سے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی اجازت سے رخصت ہوتے تو حضور درویش بابا علیہ الرحمہ اپنے چاہنے والوں سے (جو وہاں موجود ہوتے) پوچھتے کہ یہ کون ہیں، معلوم کیا با؟ پھر آپ خود ہی فرماتے یہ عالموں کے استاد ہیں با۔ ان کے پاس اتنا علم ہے کہ ان کو چلتی پھرتی لائبریری کہہ سکتے ہیں، سبحان اللہ یہی بات آپ بار بار دوہراتے تھے۔ جب یہ باتیں راقم کو معلوم ہوئیں تو راقم نے تہیہ کر لیا کہ کسی طرح علامہ مفتی صاحب قبلہ کو حالات درویش بابا علیہ الرحمہ کو کتابی شکل میں ترتیب دینے کے لیے درخواست کرنا ضروری ہے۔
اس کام کے لیے راقم نے اپنے رشتے کے بھائی مولانا سید محمد شفیع اللہ صاحب کرناٹکی (متعلم جامعہ اشرفیہ) کو فون کر کے اپنا مدعا ان کے سامنے پیش کیا۔ لیکن مولانا سید محمد شفیع اللہ صاحب نے تو مجھ سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے اور علامہ مفتی صاحب کو کتاب مرتب کرنے کے لیے راضی کر لیا، اس پر علامہ مفتی صاحب نے راقم کو خط لکھا کہ میری عدم فرصتی اور عمر درازی کا تقاضا اس کام کے لیے باز رکھنے کا سبب بنتا۔ لیکن جب معاملہ حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کا ہے تو میں انکار نہیں کر سکتا، اور مجھے لکھا کہ، حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کے حالات اور واقعات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے انہیں مطلع کروں۔

اس بات پر راقم مختلف واقعات اور روایات کو جمع کر کے ان کی جانچ کر کے جہاں تک ممکن ہو صحیح روایتوں کو علامہ مفتی صاحب قبلہ دام ظلہ کو روانہ کیا، صحیح روایتوں کی جانچ

کے لیے حضرت سید احمد صاحب رضوی مدظلہ ریٹائرڈ D.D.A. چترا درگاہ اوران کے معاون محمد معین الدین رضوی والحاج جناب عاشق درویش عبدالجلیل صاحب برکاتی مد ظلہ بھدراوتی اورالحاج جناب مولانا محمد اسلم صاحب عزیزی مصباحی ادروی مقیم بنگلور اور جناب جواہر حسین صاحب بنگلور نے بڑی شفقت کے ساتھ میری مدد کی۔

اخیر میں ان سارے مسلمانوں کا بہت بہت ممنون اور مشکور ہوں، جنہوں نے اپنے صحیح واقعات کو جمع کرنے میں میری ہمت افزائی فرمائی، یہ روایتیں جمع کرنے میں میرا کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے، بلکہ اس کا سہرا حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کے چاہنے والوں کے سر ہے، اگر روایتیں پیش کرنے میں میری طرف سے کچھ غلطیاں یا کچھ کمی بیشی ہوئی ہوگی تو یہ سب میرے کھاتے میں جائیں گی اور بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی قبلہ مدظلہ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا، لیکن قارئین سے درخواست ہے کہ، واقعات اور روایات کو پیش کرنے میں غلطیوں پر طعنہ زن نہ ہوکر راقم کو صحیح روایتوں کے سلسلہ میں اطلاع دیں تو ان کا بہت بہت ممنون ومشکور رہوں گا، تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا تلافی کردی جائے۔

دعا ہے کہ خداوند قدوس بحرالعلوم صاحب کے ذریعہ پیش کردہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے مفید ثابت کرے، ومقبول عام بنائے اور ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین.

احقر ابوالحسن مکاندار

۲۰ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ بروز جمعہ

معرفت حرمین آپٹیکلس ہانگل شریف ضلع ہاویری

کرناٹک۔ Phone08379/872431

حضرت درویش قبلہ سے میری پہلی ملاقات:

۱۹۷۲ء کی بات ہے راقم فوج میں ملازم تھا اور اس وقت شہر بنگلور میں ڈیوٹی پر تھا۔ اس وقت پہلی بار حضرت درویش بابا علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لیے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نورانی مسجد شموگہ میں حاضر ہوا، بعد نماز ظہر ہمیں ان کے حجرے میں بلایا گیا اپنے حجرے میں حضور درویش بابا علیہ الرحمہ ہر فرد کو عطر لگاتے اور پوچھتے کہ کیا وہ نماز پڑھتے ہیں اگر جواب ہاں مل جاتا تو آپ خوش ہوجاتے۔ اسی طرح راقم کی باری آئی۔ چونکہ راقم ایک فوجی نوجوان ہونے کی وجہ سے پیروں وفقیروں کو نہیں مانتا تھا اس لیے ان پر زیادہ دھیان نہیں دیا، لیکن جب حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے راقم کو عطر لگایا اور پوچھا کہ کیا نماز پڑھتے ہو، پتہ نہیں آواز میں کیا اثر تھا کہ مجھے کچھ ہوگیا اور میرا سارا بدن پسینہ سے شرابور ہوگیا خود بخود نگاہیں نیچی ہوگئیں اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو میری زبان بے قابو ہوگئی خود بخود زبان سے الفاظ نکلنے لگے الفاظ کیا تھے، میری ہر برائی کو ظاہر کررہے تھے حالانکہ وہاں پر میرے قریبی رشتے دار موجود تھے، لیکن راقم اپنی زبان کو لگام دینے میں ناکامیاب ہوگیا تھا، ایسا لگتا تھا کہ مجھ پر میدان حشر والا معاملہ طاری ہوگیا ہے، آخر میں میری زبان سے یہ الفاظ نکلے ان سب برائیوں میں ایک اچھی بات یہ ہے کہ راقم پہلی فرصت یعنی جب بھی موقعہ ملتا ہے نماز پڑھ لیتا ہے، اور خاموش ہوگیا، اب میں سمجھتا تھا کہ میری ان سب رشتہ داروں کے سامنے حضور اباجی میری بے عزتی کریں گے، یا برا بھلا سنائیں گے، اور میں سننے کے لیے تیار ہوگیا تھا، اگر ایسی ویسی بات ہوگی تو دوبارہ یہاں پر نہیں آئے گا لیکن ایسا نہیں ہوا حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی آواز میرے کانوں میں آئی آپ کہہ رہے تھے بہت خوب بہت خوب آؤ میرے بچے میرے گلے سے لگ جاؤ، اور اس کے بعد بڑی محبت کے ساتھ عطر لگایا، میرے رشتہ داروں کے سامنے مجھے اونچا اٹھایا (یعنی میری عزت بڑھائی) آپ کی ان اداوں

کو دیکھ کر راقم حیرت زدہ رہ گیا اس کے بعد آپ نے راقم کو نصیحت کے طور پر تاکید کی کہ جب بھی مجھے فرصت ملے یا چھٹی ملے تو سب سے پہلے ان کے پاس آئے اور اس کے بعد اپنے گھر جاتے ،اس کے بعد میرا معمول بن گیا تھا، کہ جب بھی میں بنگلور سے ہانگل شریف جاتا، یا ہبلی جاتا تو پہلے شموگاہ نورانی مسجد ملاقات کے لیے جاتا اور جب بھی واپس بنگلور لوٹتا تو شموگاہ ہو کر جاتا جیسے جیسے میری ملاقاتیں زیادہ ہوتی گئیں، تو میں برائیوں سے بچتے ہوئے، نیکیوں کی طرف رجوع ہونے لگا اور۔

دل بے مدعا دیا تو نے

ایک روز کی بات ہے ہانگل شریف سے بنگلور شہر جانے کے لیے شموگاہ نورانی مسجد پر رات کے گیارہ بجے پہنچا وضو کر کے نماز کے بعد تسبیح و تحلیل میں مشغول ہوا مجھے اس بات کا افسوس ہو رہا تھا، کہ میں حضور درویش بابا سے ملاقات نہ کر سکا قریب رات کے ڈھائی تین بجے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ اپنے حجرے سے نکل کر سیدھے مسجد کے صحن میں آکر مجھے دیکھ کر دریافت کیا کہ کون ہے با، راقم نے اسلام علیکم کہنے کے بعد کہا کہ وہ ابوالحسن مکاندار ہے ہانگل شریف سے بنگلور جا رہا ہے، اس لیے ملاقات و دعا کے لیے حاضر آیا ہے، اس پر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کیا با بنگلور جانے کے لیے پیسے ہیں، راقم نے کہا آپ کی دعاوں کے صدقے بہت سارے روپیے ہیں اس پر آپ نے روپیہ دکھانے کے لیے کہا میرے کل تیس روپے دیکھ کر کہا کہ یہ روپے تمہارے نہیں ہے با، رک جاو ابھی آتا ہوں، کہہ کر آپ اپنے حجرے میں چلے گئے، آپ کی معلومات کے لیے یہاں لکھ دینا بہتر ہوگا کہ وہ تیس روپے راقم نے کسی دوسرے کے پاس سے ادھار لیے تھے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ آپ حجرے سے باہر آئے تو آپ کے بغل میں ایک جھولی تھی اس وقت وہاں پر جناب انور بیگ (کورٹ کے ملازم بھی تھے۔ بجلی کا قمقمہ بہت ہی دھیمی روشنی کا تھا کوئی صاف نظر نہیں آرہی تھی حضور درویش

بابا علیہ الرحمہ میرے قریب آئے اور اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر کرنسی نوٹوں کا ایک بڑا سے بنڈل نکال کر میری طرف بڑھا کر کہا کہ یہ لے لو باتمہیں اس کی ضرورت ہے اتنے سارے روپے دد یکھ کر میں حیران تھا کہ کیا کروں یہ روپے لوں یا نہ لوں دل کو مضبوط کر کے کہا ''حضور ابا جی'' یہ روپئے لے کر کیا کروں میرے بنگلور پہنچ جانے پر مجھ کو میری تنخواہ مل جائے گی اگر ہو سکے گا تو میں خود ہی ہر مہینے اپنی تنخواہ میں سے کچھ روپئے آپ کو روانہ کرسکتا ہوں اس پر حضور ابا جی علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ روپئے میں خوشی سے دے رہا ہوں، لے لو، اس پر راقم نے کہا مجھے روپیوں کی ضرورت نہیں، صرف آپ کی دعا کی ضرورت آپ کی دعاؤں کے صدقے میں اس سے بھی زیادہ رقم مجھے مل سکتی ہے اس پر حضور ابا جی علیہ الرحمہ نے فرمایا خیر با انشا اللہ تعالی میں بہت ساری دعائیں تمہارے حق میں کرتا ہوں با، یہ کہتے ہوئے اپنے حجرے مبارک میں چلے گئے تب وہاں موجود جناب انور بیگ صاحب میرے قریب آکر کہنے لگے کیا تم کو عقل نہیں ایک بزرگ ہستی اپنی طرف سے آپ کو روپئے دے رہی تھی آپ کو نعمت سمجھ کر روپئے لے لینا چاہیے تھا آپ نے روپئے نہ لے کر غلطی کی، اگر آپ کو روپیوں کی ضرورت نہیں تھی تو روپئے لے کر ہم کو دے دیتے، شاید انور بیگ صاحب کی آواز سن کر حضور ابا جی علیہ الرحمہ واپس آکر انور بیگ سے تعجب کے طور پر پوچھا کہ کیا ہے با، اس پر انور بیگ نے کہا، کچھ بھی نہیں میں ابوالحسن صاحب کو آرام کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس پر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا آرام کرو با کہہ کر انور بیگ کو ساتھ لے کر اپنے حجرے کی طرف چلے گئے ان کے جاتے ہی راقم کے دل میں ہل چل مچ گئی، کہ روپیہ لینا تھا، لیکن کیوں نہیں لیا، اس سوچ وفکر میں فجر کی نماز کی اذان ہوگئی۔ بعد نماز فجر راقم کو حضور درو لیش بابا علیہ الرحمہ نے اپنے حجرے میں بلایا اور اپنے گلے سے لگالیا، وہاں موجود سارے لوگوں کے سامنے آپ نے بارہا کہا کہ میں نے ان کو روپیہ دینا چاہا تو یہ کہتے

چاہا تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو روپیہ کے بدلے میں میری دعائیں چاہے انھوں نے میرا دل خوش کر دیا ہے بابا یہ سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا، وہاں سے رخصت لے کر بنگلور شہر پہنچ گیا۔

دست شفا:

اس واقعہ کے چند مہینے بعد ہندوستان و پاکستان کے بیچ بنگلہ دیش کی آزدی کے لیے جنگ چھڑ گئی، تو میرا تبادلہ شمالی مشرقی سرحد پر ہو گیا، جنگ ختم ہونے کے چار پانچ مہینہ بعد اچانک ہی راقم کے سخت بیمار ہونے پر آسام کے شہر تیج پور (TEZPUR) کے ملٹری گروانڈ ہسپتال میں بھرتی کرادیا، وہاں کی جانچ پر معلوم ہوا کے راقم کو ہائی بلیڈ پیشر کے ساتھ ساتھ دل بھی صحیح طور پر کام نہیں کر رہا ہے، اس دل کی بیماری کو systolic murmur سیس ٹالک مرمر کا نام دیا گیا، ایک مہینہ کے علاج کے بعد کچھ افاقہ نہ ہونے کی وجہ سے راقم کو دہلی کے آرمی ہسپتال بھیج دیا گیا، اس کے بعد وہاں سے چندی گڈھ کے کمانڈ ہسپتال والوں نے علاج کے بعد افاقہ نہ ہونے پر پونہ کے گوبی بار میدان کے ملٹری ہسپتال میں عمل جراحی یعنی آپریشن (ہارٹ آپریشن) کے لیے بھیج دیا راقم چندی گڈھ سے سیدھے شموگاہ میں حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیماری اور علاج کا سارا قصہ بیان کر کے ان کی دعاوں کا طالب بنا، حضور درویش بابا علیہ الرحمہ یہ سب سن کر فوراً اپنے حجرے کے اندرے والے کمرے میں چند لمحے کے لیے گئے اور واپس آکر کہا میرے محبوب کے صدقے میں تمہیں کچھ بیماری نہیں ہے، اگر دل کا عارضہ ہے (یعنی سیس ٹاوک مرمر ہے) تو اس دھڑکن کو عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تڑپ میں تبدیل کر دیا اس کے بعد وہاں سے سیدھے پونہ شہر کے فوجی ہسپتال میں داخل ہو گیا، تو وہاں کے ڈاکٹروں نے (CATHARASATION CARDIO) کارڈیو کیا تھرزیشن اور انجو گرافی

(ANGIOY GRAFY) کر کے معلوم کیا اور کہا کہ کوئی بیماری نہیں ہے، نہ بلڈ پیشر ہے اور نہ ہی دل کمزور ہے، بلکہ دل اپنی جگہ بالکل اپنی اصلی حالت میں ہے، لیکن صرف ایک بات ہے کہ systolic murmur (سیس ٹالک مرمر) ضرور ہے لیکن ڈرنے کی بات نہیں ہے اور راقم کے پوچھنے پر راقم نے کہا کہ مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں ہے اگر آپ کہیں گے تو ایک دو کلو میٹر دوڑ سکتا ہوں، بہتر ہے کہ آپ لوگ مجھے تندرستی کا سٹوفکیٹ دے دیجئے تا کہ میں شمالی مشرقی سرحد پر ڈیوٹی پر جاسکوں۔

تین سال کے علاج کے بعد میں دوبارہ اپنی ڈیوٹی ہر حاضر ہوا یہ واقعہ ۱۹۷۴ء کا ہے اس وقت میری عمر ۳۰ سال کی تھی، اب میری عمر ساٹھ سال کی ہے، ان تیس برسوں میں نہ مجھے دل کا عارضہ ہوا ہے نہ ہی بلڈ پیشر کی شکایت ہوئی، لیکن اور ساری بیماریوں سے پالا پڑا ہے، لیکن حضور اباجی کی دعاوں کے صدقے دل اور بلڈ پیشر کی شکایت نہیں ہوئی یہ تصرف ہوتا ہے اللہ والوں کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ حضور درویش بابا علیہ الرحمہ

نام نسب:

حضور درویش بابا علیہ الرحمہ آندھرا پردیش کے ضلع نیلور کے چھوٹے سے خوبصورت قصبہ کسمور شریف میں ۱۹۱۳ء مطابق ۱۳۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے، حضور درویش بابا علیہ الرحمہ آپ کا لقب ہے، لیکن آپ کے چاہنے والے آپ کو حضور اباجی کہتے ہیں، آپ کا نام پاک سید رحمت اللہ شاہ ابن عبدالغنی شاہ ہے آپ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ، کسمور شریف سے دس میل دوری پر ایک بستی ہے جس کا نام رحمت نگر ہے لیکن حکومت نے ان اس کا نام تبدیل کر دیا ہے، اس بستی میں ایک جید اور

مشہور بزرگ سید رحمت اللہ شاہ نائب رسول علیہ الرحمہ کا مزار شریف ہے جو مرجع خلائق ہے، شاید ان ہی کے نام پر آپ کی والدہ محترمہ نے خیر و برکت کے لیے یہ نام سید رحمت اللہ شاہ آپ کا رکھا ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالی عنہ سے جا ملتا ہے وہ اسطرح ہے سید رحمت اللہ شاہ بن عبدالغنی شاہ بن ولی سید احمد شریف الدین بن سید مصطفیٰ ابن عبدالقادر بن عبداللہ بن عبدالقادر بن سید سلطان شاہ بن عبدالقادر شاہ بن عبدالرزاق شاہ بن شمس الدین شاہ بن شرف الدین شاہ بن قاسم شاہ بن محی الدین شاہ بن یحیٰ شاہ بن بدرالدین شاہ حسینی بن علاء الدین شاہ بن علی شاہ بن شمس الدین محمدی بن شرف الدین یحیٰ بن شہاب الدین احمد بن ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن سید شیخ العالمین مرشد غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ رضی اللہ تعالی عنہ۔

عبد الغنی شاہ

ابتدائی تعلیم اور بچپن:

آپ یتیم پیدا ہوئے، اور آپ سے بڑے ایک بھائی جو دس سال کی عمر کے تھے، لیکن ان کے گھر پر غربت ایسی تھی کہ فاقہ پر فاقہ ہوتا تھا، لیکن آپ کی والدہ بہت غیور پارسا اور صابرہ اور خوددار تھیں اپنی غربت کا کسی کو احساس تک نہ ہونے دیتیں اپنے بڑے لڑکے کی محنت اور مزدوری سے جو کچھ حاصل ہوتا ماں بیٹا نوش فرما کر خدا کا شکر ادا کرتے۔

ایک نیک بشارت:

ایک دن کا ذکر ہے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی تین ماہ کی عمر ہوگی، آپ کی والدہ اپنے مکان کے دروازے پر ایک پالنے (جھولے) میں آپ کو لیٹا کر اپنے کام میں مشغول ہوگئیں اس وقت وہاں سے ایک مشہور مجذوب(۱) گذر رہے تھے ان کو دیکھ کر

---

(۱) بہت معتبر روایت ہے کہ یہ مجذوب کالے شاہ پیر مستان ولی قدس سرہ العزیز علیہ الرحمہ تھے۔ جن کا مزار مبارک کسمور (Kasmoor) ضلع نیلور میں ہی ہے۔ جن کا عرس مبارک ۲۵ رماہ ربیع الاول میں منعقد ہوتا ہے۔ ان کا اصل نام حضرت سید کریم اللہ شاہ چشتی القادری ہے۔

یہ بچہ طرح طرح کی آوازیں نکالنے لگا بچہ کی آواز سن کر آپ کے جذب میں کچھ افاقہ ہوا تو، آپ بچہ کے پالنے کے قریب آئے اور بچہ کا خوبصورت و نورانی چہرہ دیکھ کر آپ بچہ کے رخسار پر شفقت کا بوسہ لینے کے لیے اپنا سر پالنے میں جھکایا چونکہ مجذوب کی ڈاڑھی لمبی اور گھنی تھی جیسے ہی مجذوب نے بوسہ لیا ویسے ہی اس بچہ نے ان کی داڑھی کو اپنے دونوں ننھے ننھے ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اب مجذوب نے چہرہ اٹھانا چاہا لیکن اٹھا نہ سکے بچہ سے فرمایا میری داڑھی چھوڑ دے بابا، لیکن پھر بھی داڑھی کے نہ چھوڑنے پر مجذوب نے فرمایا اچھا بابا تجھے میری داڑھی چاہیے تو میری داڑھی بھی لے لے اور میری ولایت بھی لے لے اب تو چھوڑ دو بابا اس پر بچہ نے داڑھی چھوڑ دی داڑھی کے چھوٹتے ہی مجذوب نے اپنے دامن میں سے کوئی چیز نکالی اپنے منہ چبا کر اس بچہ کے منہ میں دے دی ماں یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی، وہاں سے اٹھ کر بچہ تک پہنچے کے پہلے ہی وہ مجذوب وہاں سے چل دیئے اس دن سے وہ بچہ نہ رویا، نہ کھل کھلا کر ہنسا، یہاں تک کہ دودھ پلانے کے لیے بھی نہیں رویا، جب بھی ماں دودھ پلاتی پی لیتا ایسا لگتا کہ اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی ہیں جب یہ بچہ تین سال کا ہوا، تو ماں نے قرآن شریف کی تعلیم دینی شروع کی لیکن یہ بچہ ایک طرح سے استغفراق کی حالت میں رہتا بچہ کا یہ حال دیکھ کر بڑے بھائی نے ماں سے کہا اس بچہ کو ہر وقت گھر پر رہنے کے بجائے تھوڑی دیر کے لیے دوسرے بچوں سے ملا دیا جائے یا اس کو گھر پر عربی پڑھانے کے بجائے کسی عربی مدرسہ کے مولوی صاحب کے پاس بھیج دیں تو وہ اور بچوں سے مل کر دنیا کے ریت ورواج جان سکتا ہے نہیں تو یہ ایک طرح سے پاگل بن جائے گا، اپنے بڑے بیٹے کی بات سن کر ماں نے عربی مدرسہ کے مولوی صاحب کے پاس عربی تعلیم کے لیے بٹھا دیا لیکن چار پانچ دن کے بعد ہی وہ مولوی صاحب اس بچہ کو لے کر اس کی والدہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس بچہ کو وہ پڑھانے کے قابل نہیں ہیں

اس لیے اس بچہ کو کسی مشہور خانقاہ میں تعلیم کے لیے بھیج دیں یہ بچہ مجھ سے طرح طرح کے سوال کرتا ہے جس کا مجھ کو علم نہیں ہے، ماں کے پوچھنے پر مولوی صاحب نے کہا اس وقت اس خطہ کی مشہور خانقاہ شاہمیری جو کڈپہ شریف میں ہے وہاں کے گدی نشین بزرگ صاحب حال ہیں، جو اس بچہ کی تربیت کے لیے بالکل مناسب ہیں، یہ کہہ کر وہ مولوی صاحب وہاں سے چلے گئے۔

درسگاہ معرفت کڈپہ شریف:

ماں فکر میں ڈوب گئی کہ اس مفلسی میں بنا روپیہ پیسہ کے پچاس ساٹھ میل دور کڈپہ کو ایک چھوٹے بچہ کو بھیجنا ایک مشکل کام تھا لیکن بچہ کے بڑے بھائی نے ماں کی پریشانی دیکھ کر کہا امی جان آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ تعالی میں کچھ انتظام کر کے اپنے چھوٹے بھائی کو اعلی تعلیم کے لیے کڈپہ شریف ضرور روانہ کروں گا، چند دن کے بعد بڑے بھائی نے سفر کے لیے سب انتظام کر کے اپنی ماں کی اجازت لے کر اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رخت سفر باندھا، یہ واقعہ ایک راویت کے مطابق ۱۹۱۸ء کا ہے جب حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی عمر پانچ سال کی تھی اور بڑے بھائی کی عمر قریباً پندرہ سال کی تھی۔

کڈپہ ایک بڑا صنعتی شہر ہونے کی وجہ سے دونوں بھائی کو شاہمیری خانقاہ کی تلاش میں بہت دقتیں پیش آئیں اور ان کی کم عمری اور خستہ حال دیکھ کر ان سے کوئی بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتا اس پردیس میں ان دونوں کو دلاسہ دینے کے لیے یا کھانے پینے کو پوچھنے والا ان کا کوئی نہ تھا سخت دھوپ کی وجہ سے ان کے حلق سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے، لیکن ان کے عزم اور قوت ارادی نے ان کی ہر مشکل آسان کر دی آخر کار تلاش بسیار کے بعد آپ خانقاہ شاہمیری پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

کامل مرشد ملنا اور پیدل حج:

خانقاہ کے سجادہ نشین سیدنا سید عبدالحق المعروف بہمیر باشاہ علیہ الرحمہ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ صاحب حال تھے جب سجادہ نشین کی نگاہ ان بچوں پر پڑی تو فوراً آپ تڑپ کر آٹھے سیدھے بچوں کے پاس آئے اور چھوٹے بچہ کو گودی میں اٹھا کر جھومنے لگے، جب وہاں موجود مریدوں نے اس کا سبب پوچھا تو سجادہ نشین نے فرمایا میں اس بچہ کے انتظار میں تھا کیونکہ میرے پاس اس کی ایک امانت ہے یہ امانت اس کو سونپ کر میں آزاد ہو جاؤں گا بڑے بھائی نے متعجب ہو کر پوچھا کہ میرے چھوٹے بھائی کے لیے آپ کے پاس کیا امانت ہو سکتی ہے اس پر سجادہ نشین نے فرمایا یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے یہ اپنے وقت کا قطب ہوگا، اور بہت ساری اللہ کی مخلوق اس سے فیض اٹھائے گی یہ ایک پیدائشی مجاہد ہے اس وقت اپنی کم عمری میں ہی اپنے نفس سے جہاد کر رہا ہے یہ بات آپ کے سمجھ میں نہیں آئے گی آگے چل کر یہ گستاخان رسول کے ساتھ اپنی آخری سانس تک جہاد کرتا رہے گا اس کے دست حق پر بہت سارے بد مذہب وغیر قوم ایمان لے آئیں گے لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو کہ جب اس کی تعلیم اس خانقاہ میں مکمل ہو جائے گی تو یہ اپنی والدہ، اپنے بھائی، استاد، دوست واحباب کو چھوڑ کر دین کی خدمت میں نکل جائے گا اس کے بعد شاید ہم اپنی حیات میں اس کو دیکھ سکیں گے؟ یہ سن کر بڑے بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو اپنی چھاتی سے لگا کر زار زار رویا اور بہت دعائیں دے کر بادل نخواستہ اپنی بیوہ والدہ کا خیال کرتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی سے رخصت لے کر لوٹ گے۔

شاہمیری خانقاہ کے سجادہ نشین حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے، دوران قیام آپ نے کبھی بھی کسی کو بھی شکایت کا موقع نہ دیا، اگر ان کے ساتھ کچھ زیادتی ہوتی تو بھی سے خاموشی کے ساتھ صبر کرتے جب آپ کی عمر گیارہ بارہ سال

ہوئی تو جب بھی سجادہ نشین کو اپنے مریدوں کے گھر سفر میں جانا ہوتا تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے کر جاتے آپ کے مرید مہاراشٹر، کرناٹک، آندھراپردیش، وتامل ناڈو اور کیرلا کے ہر خطہ میں تھے، سال میں ایک دو مرتبہ اپنے مریدوں کے دعوت نامہ پر جانا پڑتا تو حضور درویش بابا علیہ الرحمہ ساتھ ہوتے ،اور جب بھی مرید کے گھر پر دعائیں کرانے کا موقعہ آتا تو سجادہ نشین حضور درویش بابا علیہ الرحمہ سے دعا کراتے ،کبھی کبھی سجادہ نشین مریدوں کے گھر آپ خود نہ جا کر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو بھیجتے ،تو وہ مرید آپ کو کڈپہ والے پیر صاحب کر کے مخاطب کرتے آہستہ آہستہ آپ کڈپہ والے پیر کے نام سے مشہور ہو گئے اسی وجہ سے ان کے چاہنے والوں نے ان کا وطن کڈپہ کر کے مشہور کر دیا حالانکہ آپ کا پیدائشی گاؤں کسمور شریف ضلع نیلور آندھراپردیش ہے۔

خانقاہ شاہ میری سے علاحدگی:

رفتہ رفتہ آپ کی شہرت وعزت دیکھ کر خانقاہ میں آپ کے چند حاسد پیدا ہو گئے، اورکسی طرح سے سجادہ نشین کے دل میں شک پیدا کر کے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو خانقاہ سے باہر نکال دینا چاہتے تھے، لیکن ان حاسدوں کی سجادہ نشین کے سامنے ایک نہ چلی اس پر وہ لوگ سجادہ نشین کے فرزند (جو حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کے ہم عصر تھے) کے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا فرزند نے ان لوگوں کی باتوں پر دھیان نہیں دیا لیکن حاسدوں کی لگاتار کوشش کے بعد ایک دن ان کی کوششیں رنگ لائیں ،حاسدوں نے فرزند سجادہ نشین سے کہا کہ دیکھئے شہزادے صاحب آپ اپنے والد بزرگوار کے بعد اس خانقاہ کے حقدار ہوتے ہیں ،لیکن کیا بات ہے کہ آپ کے والد بزرگوار اس یتیم لڑکے پر بہت مہربان ہیں، اور اسی وجہ سے متعلقین سجادہ نشین کی غیر حاضری میں اس یتیم کے پاس جاتے ہیں اور اسی کے عزت کرتے ہیں اس سے دعاؤں کے طالب بنتے ہیں ،لیکن آپ سے ملنے کے لیے کوئی

نہیں آتا، اور آپ کی خانقاہ کی شہرت کی وجہ سے اس کے چاہنے والے اورنگ آباد، شولاپور، میرج، کولاپور، ویلور، بنگارپیٹھ، پلاڈم کوئمبٹور، تیرپور ریاست میسور کے چند علاقے بھدراوتی، بلاری وغیرہ وغیرہ شہروں میں بہت ہوگئے ہیں ان سب باتوں کے حق دار صرف آپ ہیں، لیکن کسمور کے اس لڑکے نے آپ کا حق چھین لیا اگر آپ کسی طرح سے اس کو خانقاہ سے چلتا کردیں تو یہ ساری عزت و ناموری آپ کے حصہ میں آئے گی، سجادہ نشین کے فرزند ان حاسدوں کے وسوسے میں آئے گئے، ایک روز موقعہ پاکر آپ کے والد صاحب اکیلے تھے تو فرزند نے والد صاحب سے کہا کہ حضور ابا جی آج یہ فیصلہ کریں کہ اس خانقاہ میں آپ کا چہیتا شاگرد رہے گا یا ہم رہیں گے؟ یہ بات سنتے ہی سجادہ نشین سمجھ گئے کہ اب ان کے شاگرد کے جدا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اب انہیں کوئی بھی روک نہیں سکتا، پھر بھی اپنے فرزند سے فرمایا کہ میرا شاگرد ایک بیوہ ماں کی امانت میرے پاس ہے ان کی والدہ کو بلا کر ان کو سونپ دونگا اس لیے تم چند دن صبر کرلو، یہ سن کر فرزند تو چلے گئے لیکن یہ ساری بات حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے سن لی۔ اب وہ ایک پل کے لیے بھی رکنا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے باپ بیٹے میں تفرقہ ہوجائے، اس لیے دوسرے دن بعد نماز فجر آپ نے اپنے استاد محترم کی خدمت میں عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت آپ نے میری تربیت کے دوران عرفان و تصوف کے بے حساب فیوض و برکات عطا کئے ہیں اور تعلیم تقریباً مکمل ہوگئی ہے اس لیے اب میرا دل مدینۃ المبارکۃ کی حاضری کے لیے تڑپ رہا ہے۔ آپ انکار نہ کرتے ہوئے اجازت دیں تاکہ مدینہ شریف چلا جاؤں، استاد محترم اس بات کو خوب جانتے تھے، پھر بھی اپنے شاگرد سے کہا کہ ابھی تمہاری کم عمری ہے اس لیے چند دن رک جاؤ، اگر کوئی قافلہ مدینہ مبارکہ کو جاتا رہا تو میں خود تم کو ان کیساتھ کردونگا لیکن آپ کے بار بار اصرار پر استاد و مرشد کامل فقیر سید عبدالحق المعروف شاہمیری باشاہ قادری

علیہ الرحمۃ نے اپنے پاس بلا کر اپنے سامنے بیٹھا کر اپنی بیعت سے نوازا اور کچھ راز و نیاز کی باتیں سمجھائیں اور کہا کہ میرے پاس جو کچھ علم ظاہری و باطنی و عرفانی اور تصوف کا تھا سو میں نے آپ کو نواز دیا میری طرف سے یہ کالا کمبل ایک نشانی کے طور پر اپنے پاس رکھ لو پہلے اپنی والدہ ؎ سے مل کر اجازت لے لو پھر سفر شروع کرنا، لیکن شاید امید نہیں کہ آپ کی اپنی والدہ سے ملاقات ہو سکے اللہ تعالیٰ خیر کرے اس کے بعد بڑے بھاری دل سے آپ کو مرشد نے الوداع کیا اس وقت اس خانقاہ کے ہر فرد کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

وطن واپسی اور مدینہ طیبہ کو روانگی

آپ مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق اپنے گاؤں کسمور شریف آئے تو معلوم ہوا کہ آپ کی والدہ اور بھائی روزی کی تلاش میں کسی دوسری بستی چلے گئے آپ بھائی اور والدہ کی تلاش میں ویلور (تامل ناڈو) تک پہنچے وہاں پر خانقاہ شاہمیری کے متعلقین نے آپ کی آؤ بھگت کی لیکن وہاں رکے بغیر اجمیر شریف روانہ ہوئے چند دن قیام کے بعد آپ اجمیر شریف سے بنا پاسپورٹ و قانونی کاغذات کے پیدل ہی بغرض زیارت مدینہ مبارکہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

اس زمانے میں وسائل و ذرائع بہت ہی کم تھے اوپر سے آپ کی کم عمری سفر کے معلومات کی کمی اور اکیلی جان کا پیدل سفر کرنا راستے میں گھنے جنگل و بیابان و ریگستان چٹیل میدان، اونچے اونچے پہاڑ اور تیزی کے ساتھ بہتے ہوئے دریا، جنگلوں میں خونخوار جانور زہریلے سانپوں کی بھرمار گرمی سردی بارش کے اثرات میں اکیلے انسان کا سفر کرنا کتنا کٹھن ہوتا ہے، ہم صرف سوچ سکتے ہیں۔

؎ آپ کی والدہ سے ملاقات نہ ہونے کی ایک روایت یہ ملتی ہے کہ جب درویش بابا علیہ الرحمہ اپنی والدہ کو ملنے کسمور پہنچے اسی وقت آپ کے بھائی اور والدہ آپ کو ملنے اور روزی کی تلاش میں کسمور شریف ترک کر کے کڈپا پہنچے تھے۔ اس طرح دونوں طرف معلومات کی کمی سے ملاقات نہ ہو سکی۔

سامان سفر

آپ کے بدن پر ایک بادامی رنگ کا جبہ اور لنگی کندھے پر ایک کالا کمبل اور بغل میں ایک کپڑے میں لپٹا ہوا قرآن شریف کے سوا اور کچھ نہ تھا آپ ہر وقت استغراق کی حالت میں ہوتے استغراق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب کوئی عاشق رسول اپنے آپ کو یادالٰہی میں غرق کر دیتا ہے یعنی یادالٰہی میں جذب ہو جاتا ہے تو اس کو ہوش ہی نہیں رہتا کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے اور وہ اس دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

راقم اب استغراق کی حالت کو ایک مثال دیکر سمجھانا چاہتا ہے دیکھیے آپ اپنے گھر سے سامنے والی نکڑ کی دکان سے کسی چیز کو خریدنے کے لیے نکلے ہیں اور آپ دنیاوی فکروں میں گھرے ہوئے ہیں آپ ان فکروں میں غرق دوکان کی طرف جا رہے ہیں لیکن ان فکروں کی وجہ سے آپ کو اپنے آس پاس کی چیزوں کی کوئی خبر نہیں اس سوچ وفکر میں آپ نکڑ والی دوکان سے آگے بڑھ جاتے ہیں تھوڑی دور آگے نکل جانے کے بعد آپ کو ہوش آتا ہے کہ آپ کہاں آگئے ہیں یعنی آپ نکڑ والی دوکان سے بہت آگے نکل آئے ہیں لیکن آپ کو ہوش نہیں رہا آپ کو آگے نکل آنے میں دوکان سے آگے نکل آنے میں جو وقفہ لگا ہے اس کو ہم دنیاوی باتوں میں آپ کے غرق ہونے کا وقفہ کہتے ہیں اگر آپ یادالٰہی میں غرق ہو جاتے تو ہم اس کو استغراق کی حالت یا مجذوبیت کہتے اس مجذوبیت کی حالت میں مجذوب کو دنیاوی تکلیفوں کا احساس ہی نہیں ہوتا اس استغراق کی حالت کے لیے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ رقمطراز ہیں کہ ایک بار وہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں مسجد شریف سے مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو آپ پر استغراق کی حالت طاری ہوگئی تب اضطراری حالت میں دوڑنے لگے۔ دوڑتے دوڑتے جب کچھ افاقہ ہوا تو ماحول کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آپ بغداد شریف سے بارہ دن کی مسافت کی دوری پر ہیں آپ خود خیال کیجئے ان بارہ دن کی مسافت کے دوران نہ آپ نے کھایا نہ

پیا نہ ہی آرام کیا اور نہ راستوں کے مصیبتوں کا احساس ہوا یہی حالت استغراق والے یعنی مجذوب کی ہوتی ہے۔

اسی طرح حضور درویش بابا علیہ الرحمہ پر جب بھی استغراق کی حالت طاری ہو جاتی تو آپ گھنے جنگلوں میں گھس جاتے اور میلوں پیدل سفر کرتے اور جب کچھ افاقہ ہوتا تو گردو پیش کا جائزہ لیتے تو آپ محسوس کرتے کہ آپ کے پاؤں کے تلوے سے خون جاری ہے جبہ مبارک کہیں کہیں سے پھٹ گیا ہے وغیرہ وغیرہ تلووں کے کٹنے کا احساس ہوتا درد کی تکلیف بہت زور ہوتی تھی آپ تلوؤں کے نیچے درخت کے پتے باندھتے اور اپنا سفر جاری رکھتے۔

آپ سمجھتے ہوں گے کہ جب تلوے کٹ پٹ گئے ہیں تو آدمی چل کیسے سکتا ہے اس کے لیے بھی راقم ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہے دیکھئے آپ ایک کانٹوں بھرے راستے سے گزر رہے ہیں جس میں کانچ کے ٹکڑے بھی ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں آپ نیچے دیکھ کر سنبھل سنبھل کر راستہ پر جا رہے ہیں تھوڑی دور نکل جانے کے بعد کہیں سے ایک شیر آپ پر حملہ کرنے کے لیے آپ کی طرف لپکا تو آپ اب راستے میں بکھرے ہوئے کانٹوں اور کانچ (شیشے) کے ٹکڑوں کے چبھن کا خیال نہ کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کے لیے دوڑ پڑیں گے کیونکہ کانٹوں کا درد سہا جا سکتا ہے لیکن شیر کا حملہ سہا نہیں جا سکتا، اس لیے کم درد والی چیز کا خیال نہ کرتے ہوئے زیادہ تکلیف دہ چیز سے بچنے کی کوشش کریں گے اس طرح جب مجذوب پر خوف الٰہی طاری ہو جاتا ہے تو دنیاوی تکلیفوں کا خیال ہی نہیں کرتا اسی طرح سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چلچلاتی دھوپ میں گرم گرم ریت پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوف الٰہی کو محسوس کر کے اس دنیاوی تکلیف پر دھیان ہی نہیں دیتے تھے اور بار بار کلمہ شہادت پڑھتے تھے اسی طرح جب فرعون نے بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کو زمین

پر لٹا کر ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کے سلاخ گاڑ دیا تو آپ مسکرا اٹھیں۔

قیام مدینہ کے دوران آپ کے مشاغل

خیر اس طرح سفر کی ساری مصیبتیں جھیلتے ہوئے مدینۃ مبارک پہنچے چند دن قیام کے بعد مکہ معظمہ پہنچے حج بیت اللہ کے فرائض ادا کرنے کے بعد دوبارہ مدینہ مبارکہ لوٹ آئے مدینہ مبارکہ میں آپ نے تقریباً چھ ماہ قیام کیا دوران قیام آپ کا زہد وتقوی دیکھ کر وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے آپ علم خطاطی کے ماہر تھے۔ مسجد نبوی شریف میں کلمہ طیبہ کا طغرہ لکھتے تو کلمہ شریف کے ہر حرف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے اس طرح طغرے لکھ کر فروخت کرتے جو ہاتھوں ہاتھوں بک جاتے اور اس آمدنی سے آپ بعد نماز عصر مسجد نبوی شریف کے باہر ٹوپیاں فروخت کرنے والوں کی ساری ٹوپیاں خرید لیتے اور دوسرے دن ان کو ہدیۃً لوٹا دیتے تھے

سفر بغداد کی قانونی رکاوٹیں:

چھ ماہ بعد آپ نے بغداد شریف جانے کے لیے ملک عراق کا رخت سفر باندھا لیکن دوران سفر سعودی سرحد پر آپ کو روک لیا گیا۔ اور پاسپورٹ اور دیگر قانونی کاغذات نہ رہنے کی وجہ سے سرحدی چوکی والوں نے جاسوس سمجھ کر قید کرلیا، آپ کے قید ہونے کے چند ہی گھنٹوں میں سعودی عرب کے ایک اعلی عہدے دار کا اس سرحدی چوکی پر دورہ ہوا۔ جب اعلی عہدے دار کی نظر قید خانہ میں قید ایک نورانی چہرہ پر پڑی تو وہ حیران ہوا تو سرحدی چوکی والوں نے بتایا کہ اس شخص کے پاس نہ پاسپورٹ ہے نہ کاغذات ہیں۔ اس لیے ہم نے اس کو جاسوس سمجھ کر قید کرلیا ہے۔ وہ اعلی افسر آپ کی طرف دوڑ پڑا اور اس کے دریافت کرنے پر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی اس (۳)

---

(۳) اس واقعہ کے (یعنی اللہ تعالی کا بندہ اس کی زمین پر دینی علم حاصل کرنے جانا جرم تو ٹھیک) الگ الگ روایتیں ملتی ہیں۔ لیکن راقم کو اس روایت پر اتفاق ہے۔ اگر اس میں کمی بیشی ہو تو معافی کا طلبگار ہوں۔

زمین پر اللہ تعالیٰ کے بندہ کو دینی علم کی تلاش میں نکلنا گناہ ہے تو تم لوگ اس زمین پر ایک بوجھ ہو۔ اتنا سننا تھا کہ اعلیٰ عہدے دار نے آپ سے معافی مانگ کر بڑی عزت کے ساتھ رہا کیا اور نذرانہ پیش کرنا چاہا آپ ٹھکرا کر آگے چل دیئے۔

وہاں سے آپ کوفہ گئے کوفہ میں آپ کا عشق امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر شیعہ لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے، جب شیعوں کو معلوم ہوا کہ آپ بغداد شریف جانے والے ہیں ان لوگوں نے ہر چند کوشش کیا کہ آپ اور چند دن رک جائیں لیکن آپ وہاں سے چل نکلے بغداد شریف میں قریباً ایک سال یاد الٰہی میں مستغرق رہے ایک روایت ملتی ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو وطن لوٹ جانے کی بشارت دی۔ وطن لوٹتے ہوئے آپ سارے ملک عراق و عربستان، فلسطین، ایران، افغانستان کی سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان لوٹے ہندوستان میں آپ پنجاب، یوپی، بہار، آسام، ڈھاکہ، رنگون میں خانقاہوں و درسگاہوں کی زیارت کرتے ہوئے رنگون سے اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوئے لگاتار سفر کرتے ہوئے آپ راجستھان کے ریتیلے میدانوں میں نکل آئے یہاں پر سواری کا انتظام نہ ہونے پر آپ پیدل ہی روانہ ہوئے ریگستان کے علاقہ کا سفر گرمیوں کے موسم میں بہت کٹھن ہوتا ہے آپ اجمیر شریف سے ساٹھ کلومیٹر کی دوری پر شہر ٹونک کے پاس والے ایک چھوٹے گاؤں کے قریب پہنچے مسلسل تین دن کی مسافرت اور روزہ پر روزہ کی وجہ سے چہرہ پر نقاہت کے آثار نمودار ہو چلے تھے۔ ریگستان کی گرمی اور گرم گرم ہوائیں جو ریت اور دھول کو اپنے ساتھ اڑا کر چلتی ہیں ایسی ہی ریت اور دھول آپ کے چہرے اور بالوں پر جمع ہو گئی تھی، آپ کا چہرہ بڑھا ہوا تھا لگاتار سفر کی وجہ سے بال بے ترتیب ہو گئے تھے سر کو اور چہرے کو گرم ہواؤں سے بچانے کے لیے کمبل اپنے سر پر ڈال لیا تھا، ساری ساری رات جاگنے سے کچھ گرمی کی وجہ سے آپ کی بڑی بڑی گول گول آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ایسے میں آپ کو پیاس کی شدت محسوس ہونے لگی۔ آپ کا حلق سوکھ کر کانٹا

گیا تھا اور آواز بھی نکلنا بند ہو گئی تھی پانی حاصل کرنے کی غرض سے گاؤں کے باہر والے کنواں کے قریب گئے، دیکھا کہ چند عورتیں پانی بھر رہی ہیں لیکن آپ کے کچھ کہنے کے پہلے ہی وہ عورتیں آپ کو اور آپ کا حال دیکھ کر ڈر گئیں اور اپنے گھروں کی طرف بھاگ گئیں ادھر آپ شدت کی گرمی کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو دیکھا کہ چند لوگ آپ کے چہرے انور پر پانی کے چھینٹے ڈال رہے ہیں، جب آپ نے آنکھ کھولی تو ان لوگوں نے آپ کو پانی پلایا، ان کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ آپ اجمیر شریف جا رہے ہیں اس پر ان لوگوں نے کہا کہ وہ بھی اجمیر شریف جانے والے ہیں، اس لیے آپ ہمارے ساتھ ہو لیں ہم آپ کو اجمیر شریف پہنچا دیں گے، ان لوگوں نے آپ کی بہت خاطر مدارت کی آپ کے لیے کپڑے تیار کرائے اور اپنے ساتھ سواری کے ذریعے آپ کو اجمیر شریف پہنچا کر بعد زیارت وہ لوگ لوٹ گئے، قریباً چار چھ مہینہ آپ اجمیر شریف میں یاد الٰہی میں مجاہدے اور ریاضت میں مشغول رہے ایک دن آپ کے خواب میں ایک سفید پوش بزرگ آ کر فرمانے لگے اے درویش اب سیاحت کم کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت و دین اسلام کو صحیح طور سے پیش کر کے اس کے اشاعت میں لگ جا۔ یہ بات سنتے ہی آپ نے آنکھ کھولی آپ کو ایسا لگا کہ آپ کے بدن میں نئے سرے سے طاقت آ گئی ہے، آپ نے اٹھ کر نماز فجر ادا کرنے کے بعد رخت سفر باندھا، سب سے پہلے آپ کڈپہ شریف میں اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ پہنچے معلوم ہوا کہ مرشد رحلت فرما گئے ہیں۔ اس کے بعد والدہ اور بھائی صاحب سے ملنے کسمور شریف پہنچے تو وہاں پر معلوم ہوا کہ آپ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے، اور آپ کے بڑے بھائی صاحب آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک کر یاد الٰہی میں کہیں چلے گئے، لیکن جانے کے پہلے آپ کے کچھ خاندانی دستاویز آپ کے لیے چھوڑ گئے ہیں، اتنا سننا تھا کہ آپ کا دل بھر آیا آپ کو ایسا لگا کہ مانو پاؤں تلے زمین کھسک گئی ہو، آپ کا بچپن آنکھوں کے سامنے ظاہر ہونے لگا کہ ان کی والدہ ان کا کتنا خیال رکھتیں تھیں غربت

میں کڑاکے کی سردیوں میں خود ٹھٹھر جاتی لیکن آپ کو اپنی آغوش میں لیکر گرم رکھتیں خود تو اپنے والد صاحب کو دیکھا نہیں لیکن بڑے بھائی جن کی عمر تقریباً دس کی تھی بڑی سخت محنت کر کے لاتے کچھ تو آپ کو پہلے اچھی طرح سے کھلا دیتے باقی جو رہ جاتا بڑے بھائی اور والدہ نوش فرما کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے آپ کی ہر معمولی تکلیف پر آپ کی والدہ بے قرار ہو جاتیں۔ اس کا احساس ان لوگوں کو ہوتا ہے، جنہوں نے بچپن میں ماں کا پیار نہیں پایا ایک حدیث کا مفہوم یہ بھی ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے، لیکن آج کل لوگ بڑی بڑی دینی باتیں کرتے ہیں لیکن اپنے بوڑھے ماں باپ کا خیال نہیں کرتے ہیں۔

جب ماں اور بھائی کی یاد نے دل کو تڑپا دیا تو آپ نے مراقبہ میں سر جھکایا، چند لمحے بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور وہاں موجود لوگوں سے اجازت لے کر آپ ویلور چلے آئے، اور یہاں مسجد لطیفیہ سے دین کی تبلیغ کا کام شروع کیا، کبھی کبھی ویلور سے آپ کھاٹ پڑی بنگلور میسور بھدراوتی اور کبھی بلاری ہاسپٹ شولاپور جاتے اور چند دنوں کے بعد آپ لوٹ کر ویلور آجاتے۔ آپ کی دینی اخوت اور خلق کی خدمت کا یہ اثر ہوا کہ ویلور شہر میں ایک مشہور کپڑے کے تاجر پنیارنگم مدھلیار PUNIYA RANGAM MUDHLIYAR آپ کے دست حق پرست پر ایمان لے آئے آپ نے ان نام کا عبدالقادر رکھا آج بھی ان کی اولاد جو مسلمان ہیں کپڑوں کی تجارت کر رہے ہیں۔

ایک دشمن خدا اور رسول کا قبول اسلام:

رفتہ رفتہ آپ کی شہرت بڑھنے لگی، آپ کے چاہنے والوں میں سے کوئی آپ کو ویلور کے قریب اپنے گاؤں لے گیا، اس گاؤں میں آپ کے پہنچنے پر وہاں کے لوگ دعائیں لینے کے لیے جوق در جوق آپ سے ملنے آنے لگے ان ملنے والے لوگوں میں کسی مذہب و ملت کی تفریق نہ تھی جب آپ کا چرچہ ہونے لگا تو اس گاؤں کا مکھیا (جس کا نام ریڈی تھا بہت ظالم سفاک بے رحم اور مضبوط جسم والا تھا) کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ غصہ میں جل بھن گیا۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر گاؤں

میں لوگوں کو اکٹھا کرنا منع ہے، نہایت غصہ اور غرور اور گھمنڈ کے ساتھ اپنے حواریوں کو بلا کر کہا کہ ہمارے گاوں میں کوئی مسلمان فقیر آیا ہے اور اپنے جادو ومکر سے (نعوذ باللہ) ہمارے گاؤں والوں کو ٹھگ رہا ہے، اس لیے ان کی خبر لینا ضروری ہے، اس پر ایک حواری نے کہا کہ سرکار غصہ میں آ کر قدم اٹھانے کے پہلے ہم کچھ سوچ کر قدم اٹھائیں گے تا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اس پر دوسرے نے کہا کہ سرکار آپ شرط لگانے کے لیئے مشہور ہیں، اس فقیر سے شرط لگا کر کسی طرح دودھ پلا دیں گے جس میں زہر ملا ہو، جب تم پر زہر پلانے کا الزام آیا تو صاف کہہ دیں گے کہ وہ فقیر خود شرط لگا کر دودھ پی لیا یہ ایک خودکشی ہوگی۔ اس بات پر ریڈی بڑا خوش ہوا اور فوراً ایک آدمی سے آک کا دودھ (آک کا رس) ایک گلاس میں لانے کو کہا اور خود اپنے حواریوں سے کے ساتھ درویش بابا علیہ الرحمہ کا مقابلہ کرنے چل پڑا جیسے ہی ریڈی کے ارادے کی خبر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو پہنچی تو آپ نے مراقبہ کر کے معلوم کر لیا کہ ریڈی خود مسلمان ہو جائے گا۔ ریڈی کا سامنا درویش بابا سے ہوا تو ریڈی کا غصہ اور بڑھ گیا اور گھوڑے پر ٹھیک بیٹھ نہیں پا رہا تھا منہ سے جھاگ نکل رہا تھا آتے ہی گرجدار آواز میں کہا کہ اے درویش تو ہمارے گاوں کے امن میں خلل ڈالنے کس کی اجازت سے آیا ہے، اور ہمارے گاوں کے لوگوں کو ٹھگنا چاہتا ہے، اس پر حضور درویش علیہ الرحمہ نے بڑے ٹھنڈے مزاج کے ساتھ کہا کہ وہ ایک دعا گو درویش ہیں لوگوں کو ٹھگنے نہیں بلکہ اللہ تعالی کی مخلوق کی خدمت کے لیے آئے ہیں تب ریڈی نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں تم جیسے ڈھونگی لوگوں کو ابھی جھوٹ اور سچ کا پتہ چل جائے گا اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ تم کیا کہہ رہے ہو حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے کہا یہ دودھ

۔ آک کا پودہ تھوہڑ کے پودوں کے اقسام میں سے ایک ہے۔ اس کا رس سفید دودھ کی طرح ہوتا ہے اگر یہ رس کسی جاندار کے جسم کی چمڑی پر لگ جائے تو چمڑی جھلس جاتی ہے۔ اگر پیٹ میں چلا جائے تو تین چار گھنٹے تک بڑی کرب و بے چینی سے تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔

نہیں ہے زہر ہے، مگر یہ زہر تم مجھے کیوں پلا رہے ہو؟ اگر پی بھی لیا تو مجھے اس سے کیا فائدہ ہوگا، ریڈی نے کہا کہ اگر آپ یہ دودھ پینے کے بعد زندہ رہ گئے تو میں آپ کا زر خرید غلام بن جاوں گا یہ میرا پکا وعدہ ہے، اس بات پر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے بسم اللہ پڑھ کر یا میرے محبوب کا نعرہ لگایا اور سارا کا سارا دودھ نما زہر پی لیا آپ کے زہر پیتے ہی ریڈی اور اس کے حواری سکتے میں آگئے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دودھ کو زہر جان کر بھی ایک سانس میں پی جائیں گے، وہ سمجھے تھے کہ آپ بہانے بنا کر زہر پینے کو ٹال دینگے کیونکہ ہر کسی کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے لیکن یہاں تو معاملہ الٹا ہے، ریڈی نے اپنے دل میں سوچا کہ ہو نہ ہو یہ درویش اللہ کا ولی ہے ان کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ ان پر کچھ غم اسی لیے تو بغیر ہچکچاہٹ کے زہر پی لیا اب صرف ایک گھنٹہ دو گھنٹہ میں موت ہو جائے گی اور اس موت کی ساری ذمے داری مجھ پر عائد ہوگی اور اس کے دل میں ہچل مچ گئی اب وہ بہت پچھتانے لگا اسے ٹھنڈا پسینہ آنے لگا اور اسکو ایسا معلوم ہو کہ مانوں کسی نے اس کے پاوں کی طاقت سلب کر لی ہے وہ دھم سے زمین پر بیٹھ گیا اس کا حلق سوکھنے لگا، کسی سے پانی بھی مانگنے کی ہمت نہ رہی لیکن اس کے فوراً دماغ میں آگئی کہ اگر وہ مسلمانوں کے اللہ تعالی کو برحق جان کر دعا مانگے گا تو کچھ عجب نہیں وہ درویش بچ جائیں یہ خیال آتے ہی ریڈی خلوص دل سے دل ہی دل میں دعا مانگنے لگا اے اللہ تعالی اگر تو برحق ہے تو اس درویش کی جان بخش دیجیو، میں اپنے ظلموں اور گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، اور صدق دل سے مسلمان ہو کر باقی زندگی دین اسلام کی خدمت میں گذرادوں گا، جیسا جیسا وقت گزرتا گیا اس کے دل میں اللہ تعالی سے التجا بڑھتی گئی اس دوران اس کی نظر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ پر گئی تو آپ دوزانوں بیٹھے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں لیکن ریڈی آپ کے چہرے پر کرب و بے چینی کے آثار صاف دیکھ رہا تھا اور ریڈی شدت کے ساتھ اللہ تعالی کی بارگاہ میں گڑگڑا رہا تھا ادھر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے جب آک کا دودھ (زہر) پی لیا تو آپ کو ایسا لگا کہ کوئی

دہکتا ہوا انگارا آپ کے دہن مبارک کے ذریعہ حلق سے معدہ تک آگ لگاتا جا رہا ہے، اس وقت آپ پر استغراق کی حالت طاری ہوئی قریباً دو گھنٹے بعد آپ نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے آنکھ کھولی تو ریڈی فوراً آپ کے قدموں میں گر کر لوٹنے لگا اور آپ سے معافی کا طلب گار ہوا، تو آپ نے اٹھ کر ریڈی کو اپنے گلے لگا لیا، ریڈی نے مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے جن جن لوگوں پر ظلم کیا ہے ان سے معافی مانگ لو اور جن کا مال ہڑپ لیا ہے اس کو واپس لوٹا کر آنا جب وہ اپنے کئے کی معافی مانگ کر اپنے گھر گیا تو گھر والوں نے اس سے تعلقات ختم کر کے گھر سے باہر کیا، لیکن یہ رشتے ناطے اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکے اور وہ آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا اور آپ نے اس کا نام عبدالکریم رکھا عبدالکریم صاحب اردو اور فارسی زبان میں تھوڑی مہارت رکھتے تھے اس سے ان کو دینی باتیں اور عربی زبان سیکھنے میں آسانی ہوگئی چونکہ عبدالکریم صاحب کو رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا اس لیے آپ نے اپنے ساتھ رکھا اور دین کے ظاہری و باطنی علم سے ان کو نوازا چند ماہ بعد آپ عبدالکریم صاحب کو ویلور کی مسجد لطیفہ میں چھوڑ کر دین کی اشاعت کے لیے دورہ

✩ایک روایت ملتی ہے کہ عبدالکریم صاحب اپنے زہد و تقویٰ و مجاہدات و ریاضات کی وجہ سے سالک کے درجہ پر پہنچ گئے تھے۔ اور فی الحال بقید حیات ہیں۔ راقم ان سے عاجزانہ التجا کرتا ہے کہ راقم نے الگ الگ روایتوں کو ترتیب دے کر یہ مضمون بنایا ہے۔ اگر اس میں کچھ کمی بیشی ہوگئی ہے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل میں معاف کر کے صحیح روایات پیش کریں تو اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو جائے گی۔ ایک اور روایت کے مطابق عبدالکریم صاحب جب سالک کے درجہ پر پہنچے تو خناس نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تو عبدالکریم صاحب حضور درویش بابا سے مناظرہ کرنے لگے۔ آپ نے لاکھ سمجھایا لیکن عبدالکریم صاحب آپ سے مناظرہ کے لیے بضد رہے تو آپ نے یا میرے محبوب فرما کر عبدالکریم صاحب کے چہرے کے سامنے سر سے لے کر نیچے تک ہوا میں ہاتھ پھیر کر ان کی باطنی قوت کو سلب کر لیا۔ بعد میں عبدالکریم صاحب بہت پشیمان ہوئے بہت، بہت منت و سماجت کے بعد آپ نے عبدالکریم صاحب کو ایک شرط پر معاف کر دیا کہ وہ آپ سے ملاقات نہ کرے اچانک اگر سامنا ہو گیا تو مصافحہ نہیں کریں گے اور بات بھی نہیں کریں گے۔ آپ کے حکم کے مطابق عبدالکریم صاحب نے کبھی بھی بات کرنے اور مصافحہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

شہروں گاؤں کر طرف سفر پر جاتے اور چند ماہ بعد ویلور لوٹ آتے۔

اس طرح جب کبھی بھدروتی آتے تو چوک مسجد میں آٹھ دس روز قیام کرتے اور اس کے بعد آگے کے سفر کے لیے نکل جاتے لیکن ایک روز کی بات ہے کہ (یہ واقعہ ۱۹۴۵ء کا ہے) آپ اس بار بھدراوتی کی چوک مسجد میں کچھ زیادہ ہی دن رک گئے، شاید آپ کو کسی چیز کا انتظار تھا، قریب بیس دن کے بعد آپ کے نام ویلور سے ایک رجسٹرڈ لفافہ آیا جو شہر سے تھا، شاید آپ اس رجسٹرڈ لفافہ کا انتظار کر رہے تھے لفافہ میں آپ کے لیے حج بیت اللہ کو جانے کے لیے پاسپورٹ اور پانی کے جہاز کے سفر کا ٹکٹ وغیرہ تھا آپ نے وہاں موجود لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا ان لوگوں میں اس وقت الحاج عبدالجلیل قادری برکاتی صاحب بھی تھے یہ آپ کا دوسرا حج بیت اللہ تھا۔

دوسرے حج بیت اللہ کے بعد آپ ۱۹۵۰ء میں میرج شہر کے بینڈار شاہ بابا علیہ الرحمہ کے مقبرہ کے پاس ایک پرانی مسجد تھی، جس میں گاہے بگاہے لوگ نماز پڑھتے باقی لوگ نشہ والی منشیات استعمال کرنے کے لیے گدا گر لوگ جمع ہوتے تھے آپ نے یہ بدحالی دیکھ کر وہاں کے مجاور کو تنبیہ کی۔ ایک چاند جیسی خوبصورت مسجد تعمیر کی اور آس پاس میں تین چار مکان بھی بنائے۔ مسجد میں با جماعت نماز شروع کرائی، پیش امام و خطیب کو مقرر کر کے آپ سفر پر نزدیک کے شہر شولا پور جاتے۔ کبھی کبھی بھدراوتی، بنگلور، کوئمبٹور، پلاڈم، تریپور ہو کر ویلور جاتے اور میرج والی مسجد کے اخراجات کے لیے منی آرڈر سے روپیہ روانہ کرتے۔ چند ماہ کے بعد جب آپ دوبارہ میرج والی مسجد پر آئے تو معلوم ہوا کہ جو منی آرڈر آپ مسجد کے اخراجات کے لیے روانہ کرتے ہیں وہ وہاں کا مجاور ہڑپ کر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مسجد کے پاس جو مکانات بنائے تھے اس پر قبضہ کر کے اپنے ذاتی مکان کے طور پر قانونی کاروائی بے جا طور پر مکمل کر لی تھی۔ اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا۔ پھر بھی آپ اپنے چند

چاہنے والوںکو ساتھ لے کر شولا پور میں تین چار مکان خرید لئے اور اس کا کرایہ میرج والی مسجد کے اخراجات کے لیے طے کیا، بعد میں میرج والی مسجد وقف بورڈ میں رجسٹرڈ کرا کے مسجد سے متعلق مکانوں کو بھی وقف بورڈ تحویل میں رجسٹرڈ کرا دیا تا کہ ٹھیک طور پر قانونی نقطہ نظر سے مسجد کی کاروائی واخراجات چلتے ہیں اور مسجد بھی تا قیامت آباد رہے، تب شولا پور کے مکان کے کرایہ سے شولا پور میں ہی عربی مدرسہ شروع کیا، آج بھی وہ چاندی مسجد (نوارنی مسجد) میرج میں اہل سنت و جماعت سے آباد ہے اس مسجد کا ذکر حق و باطل کے پرچہ میں کیا گیا ہے۔

کبھی کبھی آپ شولا پور شہر جاتے چار تین ماہ قیام کرتے قیام کے دوران مصیبت زدگان آپ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوتے آپ ان مصیبت زدوں کی خدمت میں رات دن لگے رہتے، او آپ کے پاس جو بھی فتوحات و نذارنے آتے آپ ان نذرانوں ان لوگوں کے لئے لنگر چلاتے تھے، اس طرح لگا تار خدمت کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے تو آپ کے قریب رہنے والے ایک برہمن غیر معروف ڈاکٹر نام چٹگپی کر (Dr.CHITGOPPKAR) سے وہاں کے محبوں نے علاج کرایا جب آپ شفا یاب ہوئے تو آپ نے ڈاکٹر کو اس کی فیس دینی چاہی لیکن ڈاکٹر اور اس کی بیوی نے جو خود ڈاکٹر تھی فیس لینے کے بدلے دعا کے لیے التجا کی آپ نے ان دونوں کے ہاتھوں پر دم کر کے ایک لمبی دعا کی اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت ضلع شولا پور کا سب سے مشہور اسپتال ان ہی ڈاکٹروں کا ہے، اور اس ڈاکٹر کے ماتحت بیس پچیس ڈاکٹر ہیں، (جب درویش بابا علیہ الرحمہ کی علالت کی خبر ان کو پہنچی تو ڈاکٹر اور شولا پور کے چاہنے والوں نے بڑی کوشش کی کہ علاج کے لیے شولا پور جائیں اور اس ڈاکٹر نے یہاں تک کہہ دیا

ے شولا پور میں مکان خریدنے کے وقت جو چند چاہنے والے تھے ان میں ایک دو کے نام یہ ہیں (۱) بھدراوتی والے الحاج عبدالجلیل صاحب قادری برکاتی (۲) آلدور والے حاجی عبدالمجید صاحب۔ (۳) بالے بنور والے حاجی محمد اسماعیل صاحب وغیرہ۔

کہ اگر آپ کو دل کی ضرورت ہے تو میں اپنا دل بڑے فخر کے ساتھ پیش کرونگا لیکن آپ شولا پور آئیں اور ہمیں خدمت کا موقع دیں، لیکن آپ شولا پور نہیں گئے۔

شموگہ میں آپ کی آمد و رفت:

ایک ماہ دو ماہ شولا پور ہی رکنے کے بعد آپ پھر ضلع شموگہ میں آئنور (Aiynoor) و شموگہ ہوتے ہوئے بھدراوتی جاتے اور چند روز چوک مسجد میں قیام کے بعد آگے بڑھ جاتے۔ رفتہ رفتہ شموگاہ و بھدرواتی میں آپ کے چاہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

ایک بار ۱950ء میں حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو بھدراوتی سے شولا پور جانے کا ارادہ ہوا، اس کا انتظام کیا گیا، بھدراوتی سے الحاج عبدالجلیل صاحب برکاتی کی وین (VAN) کے ذریعے چودہ پندرہ چاہنے والے ہری ہر ریلوے اسٹیشن پر آپ کو ریل میں سوار کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ ان لوگوں میں خاص کر عبدالجلیل صاحب ،عبدالصمد صاحب ،منور حسین صاحب، شیرانی صاحب ،انور بیگ اور ولی احمد (ڈرائیور) تھے۔ وہاں پر شموگاہ والے فروٹ مرچنٹ عبدالصمد اور ہری ہر والے صوفی عبدالعزیز خان آفریدی اور عبدالستار خان آفریدی آپ سے ملاقات کرنے ریلوئے اسٹیشن آئے۔ ریل آنے میں چار پانچ گھنٹے باقی تھے تو صوفی عبدالعزیز خان صاحب بعجز وانکسار کے ساتھ آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ اس دن سے ہی عبدالعزیز خان صاحب اور شموگاہ والے عبدالصمد صاحب فروٹ مرچنٹ کے دل میں حضور درویش بابا کی چاہت بڑھی اور عبدالصمد صاحب نے آپ کو اپنے مکان شموگاہ میں آنے اور چند دن رہنے کی دعوت دی تو آپ نے کہا جب کبھی بھدراوتی آونگا تو انشاء اللہ تعالی تمہارے گھر ضرور آونگا۔

تعمیر مسجد کلارک پیٹھ شموگاہ:

۱۹۶۱ء میں جب آپ بھدرواتی شہر آئے تو شموگاہ والے عبدالصمد صاحب اپنے گھر لے گئے۔ آپ کا وہاں پر ایک مہینہ قیام رہا۔ اس بیچ آزادنگر محلہ کی مسجد کو دیکھا تو مسجد کا حال بے حال تھا۔ نماز بھی ہوتی تھی اور وہاں اردو اسکول بھی چلتا تھا اور لوگ اس کو عاشور خانہ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ تو آزادنگر کے محلے کے بارسوخ اور مدبر حضرات اور سارے محلے والوں نے مل کر آپ سے گذارش کی کہ وہاں کی مسجد کو از سر نو تعمیر کریں، آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں دس ہزار روپیہ دیتا ہوں آپ سارے محلے والے مل کر ایک شاندار مسجد تیار کر لیں۔ مگر آئے ہوئے احباب نے گڑگڑا کر استدعا کی کہ آپ ہی کے بابرکت ہاتھوں سے مسجد کی تعمیر تکمیل پائے ان سارے لوگوں کے اصرار پر آپ نے کہا میرے چند شرائط جو بالکل حقیقت پر مبنی ہیں اور عین شریعت کے مطابق۔ تیرہ (۱۳) نکات جو ہائی کورٹ اور کرناٹک وقف بورڈ سے منظور شدہ ہیں آپ لوگ مسجد متفقہ طور پر اسے منظور کر لیں تو انشاء اللہ تعالی کسی کے چندے کے بغیر تعمیر مسجد کرا سکتا ہوں۔ تب محلہ والوں نے کہا کہ مسجد کی تعمیر کے بعد جب تک آپ حیات ہیں اس مسجد کی دستگیری فرمائیں گے آپ کے احکامات پر ہمیشہ عمل پیرائی ہوگی مسجد میں پیش امام موذن اور دیگر عملے کا رکھنے (مسجد میں سنت جماعت کا ہی طریقہ رائج رہے گا) کا اختیار صرف حضور کو ہی ہوگا، یہ بات یعنی تیرہ نکات کے نام سے جو دستاویز ہے ہم خود لکھ کر دستخط کر کے ریکارڈ کے طور پر حضور کی خدمت میں پیش کریں گے۔

جب آزادنگر کے حضرات نے ۱۳ نکات لکھ کر خوشی سے دستاویز پر دستخط کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ شموگاہ والوں کے چندے کے بغیر ایک عالی شان مسجد تعمیر کرنے کے وعدہ کے مطابق صرف چند ہی مہینوں میں ایک چاند کی طرح نورانی مسجد تعمیر کر کے رکھ دی۔ راقم یہاں پر ایک نکتہ کی بات کہتا ہے۔ دیکھئے آپ بظاہر دیکھنے میں خالی

ہاتھ ہیں پیوند لگا ہوا لباس پہنے ہیں اور بے سروسامانی کی حالت میں رہتے ہیں۔ایسے میں آپ نے شموگاہ والوں کی آنکھوں کے سامنے قریباً دو لاکھ کی ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ بڑے سے بڑے اور اچھے سے اچھے امیر لوگ عوام کے دباؤ میں آکر کوئی کام کرنے کا وعدہ کر لیتے ہیں، لیکن ان کا وعدہ وعدہ ہی رہ جاتا ہے۔اگر کسی مسجد کی تعمیر کے سلسلے کا وعدہ رہا تو باوجود عوام کے چندے سے مسجد تعمیر ہونے میں بھی دو تین سال لگ جاتے ہیں، لیکن آپ اللہ تعالی کے کامل ولی تھے اس لیے یہ کام جلد ہو گیا، ایسے ہی دو ولیوں کی مثال پیش کرنا چاہوں گا، جو دیکھنے میں بظاہر خالی ہاتھ تھے۔

دیکھئے، غور کیجئے۔پیغمبر سیدنا سلیمان علیہ السلام کا دربار لگا ہوا ہے اور سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے درباریوں سے فرماتے ہیں کہ ان کے دربار میں کوئی ہے جو ملک سبا سے شہزادی بلقیس کا تخت جتنی جلدی ہو سکے لادے اور میرے دربار میں حاضر کردے، ایک درباری نے اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر کہا کہ وہ آٹھ دن کے اندر لا سکتا ہے۔ ایک دوسرے نے کہا کہ وہ ایک دن کے اندر حاضر کر سکتا ہے۔لیکن ایک اور درباری سیدنا آصف بن برخیا رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے صلاحیت کے بل بوتے پر کہا کہ وہ پلک جھپکنے کے پہلے حاضر کر سکتے ہیں، اور حاضر بھی کردیا، اس سے پہلے آپ نے کبھی بھی اپنی قوت کا اظہارِ نہیں کیا تھا نہ ان کے ساتھیوں کو (درباریوں) ان کی یہ صلاحیت معلوم تھی لیکن جب وقت آیا تو ایک محیر العقول کام کر دکھایا۔

اس طرح خواجہ خواجگان ہندولی علیہ الرحمہ جیسے ہی آپ اجمیر پہنچے وہاں کا راجہ اور عوام آپ کے دشمن بن گئے، اس دشمنی کے سلسلہ میں راجہ نے آپ کے مقابلے کے لیے ایک جادوگر جے پال جوگی کو روانہ کیا۔خواجہ صاحب علیہ الرحمہ اپنے محبوں کے ساتھ ایک پیڑ کے نیچے یادالہی میں مصروف تھے، ظاہر میں دیکھنے سے بے سروسامانی ہے پیوند لگے ہوئے کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف سے جے پال

جوگی ان کی طرف آرہا ہے، جے پال جوگی نے بھاری بھرکم سنہری جال والا لباس پہن رکھا ہے، سر پر ہیروں سے مرصع تاج رکھا ہے اس کے پیچھے ہزاروں کی بھیڑ ہے اور وہ لوگ جے جے کار کر رہے ہیں ہر جے جے کی آواز پر دل دہل جاتے ہیں، جب جے پال جوگی کی نظر خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی طرف گئی، تو جے پال نے اپنے دل میں کہا کہ اس معمولی فقیر سے مقابلہ کرنے کے پہلے اپنی طاقت کا ادنی سا حال دکھادوں تو میرا حال دیکھ کر یہ فقیر رفو چکر ہوسکتا ہے یہ خیال آتے ہی جے پال نے کیلے کا پتہ منگایا اور اس کو زمین میں بچھا کر اس پر سوار ہوا اور اپنے استدراج کی قوت سے پتہ کے ساتھ ہوا میں اڑ کر غائب ہوگیا تو وہاں موجود عوام خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی طرف دیکھ دیکھ کر اور زور زور سے جے جے کار کے نعرے لگانے لگے خواجہ صاحب علیہ الرحمہ خاموشی سے سارا منظر دیکھتے رہے۔ آپ نے اپنی جوتی کو اشارہ کیا (کیونکہ شیطانی قوتوں کے لیے جوتی ہی کافی ہے) جوتی فوراً ہوا میں اڑ گئی اور غائب ہوکر جے پال جوگی کے سر پر تڑاتر چوٹ لگانے لگی۔ جے پال نے اس جوتی کو اپنے قبضہ میں کرنے کے لیے سارے منتر پڑھ ڈالے لیکن ان منتروں کا جب جوتی پر اثر نہ ہوا تو اس کو معلوم ہوگیا کہ اس جوتی میں استدراج کی قوت نہیں ہے بلکہ خدا کی قدرت کا کمال ہے تو فوراً نیچے آکر خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے قدموں میں گر کر مسلمان ہوگیا۔

ان دو واقعات کو بیان کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ جے پال جوگی نے خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی ظاہری حالت پر نظر ڈال کر آپ کو مجبور سمجھا تھا یہی حال درویش بابا علیہ الرحمہ کا تھا کہ آزادنگر کے بدمذہب آپ کی باتوں پر دل ہی دل میں مذاق اڑایا کرتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ خود ان کو نعوذ باللہ اپنے کھانے پینے کے ذریعہ کا پتہ نہیں اور اوپر سے یہ فقیر مسجد بنانے چلا ہے، یہ کیا مسجد بنائے گا بلکہ یہاں سے بھاگ جائے گا اس لیے تو ہم نے تیرہ نکات پر دستخط کیے ہیں، تا کہ اس درویش کی پول کھل

جائے لیکن جب درویش نے ایک عالی شان مسجد تعمیر کر کے دکھادی تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ درویش بابا علیہ الرحمہ ایک کامل ولی تھے، کامل ولی اللہ تعالی کی مخلوق سے چھپ کر رہتے ہیں اور اپنی ولایت کو ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ جب اللہ اور اسکے رسول کے ناموس کی بات آتی ہے تو محیر العقول کام کر جاتے ہیں، اس محیر العقول کام کو عوام کرامت کہتے ہیں، کرامات کیا ہے۔ یہ کرامات نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے معجزہ کو سمجھنے کا ذریعہ ہے، اب اگر تم کرامات ہی سے انکار کر بیٹھے ہو تو تم کو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معجزہ سمجھ میں نہیں آئے گا تب تم کہو گے، (نعوذ باللہ) ہمارے نبی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی ہمارے جیسے بشر ہیں، اور مر کر مٹی میں مل گئے ہیں، جب یہ خیال تمہارے دل میں آئے گا تو تم بغیر ہچکچاہٹ کے کہو گے اللہ تعالی جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے۔

"یضل به کثیراً ویهدی به کثیراً"۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو پڑھ کر بہت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور بہت سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ قرآن پاک کو اللہ تعالی کی کتاب سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ دل میں فطور رکھ کر پڑھتے ہیں گمراہ ہو جاتے ہیں جب آپ لوگ اللہ تبارک وتعالی کو جھوٹ بولنے پر قادر ہونے کا افترا باندھتے ہیں تو قرآن شریف پر بھی جھوٹ کا افترا ثابت ہوتا ہے اس جھوٹ کا فطور دل میں رکھ کر قرآن پاک پڑھنے سے آپ گمراہ اور اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، تو تم کو ولی کی کرامات اور نبیوں کے معجزے کیا سمجھ میں آئیں گے۔

اس بات پر غور کرو۔

اب مسجد کے تعمیری سلسلہ کی طرف آتا ہوں، جب آپ کو ۱۳ نکات والی دستاویز موصول ہوئی تو فوراً اپنے چاہنے والوں کو ساتھ لے کر شولا پور گئے اور وہاں آپ نے اپنا

ذاتی مکان فروخت کیا ایک روایت کے مطابق بارہ ہزار اور دوسری معتبر روایت کے موافق اٹھارہ ہزار روپئے وصول ہوئے وہ روپئے بذریعہ بنک ڈرافٹ بھدراوتی میں عاشق عبدالجلیل صاحب برکاتی کے بنک کھاتے میں جمع ہوئے اور ساری مسجد کی تعمیری سلسلہ کا حساب کتاب عبدالصمد صاحب کے ذمہ دیا گیا تھا۔

ان روپیوں سے آپ نے نورانی مسجد کی تعمیر اپنے ہی پلان کے مطابق شروع کردیا، آپ خود اپنے ہاتھوں سے گارا اٹھاتے اور مزدوروں کو دیتے اور ان کو تعمیری کام کی باریکی سمجھاتے آپ ایک معمولی مزدور سے زیادہ محنت کرتے اور مسجد کے پلان کو بھی بار بار سمجھاتے تھے اور اپنا دل یاد الٰہی میں ذاکر رکھتے۔ اپنے چاہنے والوں سے بھی برابر ملاقات کرتے اور ان کی پریشانیوں کو سن کر ان کے لیے دعائیں کرتے۔ اس دوران آپ سے کوئی مستحب بھی قضا نہ ہوا، اور روزہ پر روزہ رکھتے۔ یہ حالت آپ کی آپ کے چاہنے والوں سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ کے چاہنے والے آپ سے التجا کرتے کہ آپ آرام کریں خود یہ کام کردینگے لیکن آپ فرماتے اس کام میں میرا آرام ہے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ یہ سن کر آپ کے چاہنے والے چاہے غریب ہوں یا امیر سب آپ کے ساتھ کام میں لگ جاتے اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ زیادہ سے زیادہ محنت کرتے۔ ان چاہنے والوں کو دیکھ کر مزدور اور کاریگر بھی کام میں تیزی لاتے۔ اور ہر طرف سے درود شریف کی گونج ہوتی۔ یہ ایک عجب سماں تھا جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مہینوں کا کام ہفتوں میں ہو جاتا اور محبین اپنی اپنی خوشی سے جس سے جو بن پڑتا آپ کے پاس حاضر کرتے لیکن آپ عارف باللہ تھے ظاہری اور باطنی علوم کے مظہر بھی تھے کبھی بھی غیر شرعی بات کو برداشت ہی نہیں کرتے۔ جب بھی آپ کے چاہنے والوں میں سے کوئی مشکوک نذرانہ لاتا تو آپ اس کو قبول ہی نہیں فرماتے تھے آپ کا قیام جناب عبدالصمد صاحب فروٹ

مرچنٹ کے یہاں تھا جس کی ذاتی دو لاریاں تھیں جن کو انھوں نے اس تعمیری کام میں لگا دیے تھے۔ دوران تعمیر آپ دو،ے پر شموگاہ شہر کے باہر بھی جاتے پھر فوراً واپس آجاتے۔

تکمیل مسجد کے بعد آپ نے مسجد کے انتظام کے لیے آزاد نگر یعنی اس محلے والوں میں سے چند ممبروں کا انتخاب کر کے ایک کمیٹی بنائی لیکن افسوس کمیٹی والوں نے روپیہ غبن کیا۔ حساب کتاب میں غلطیاں یکے بعد دیگرے کیں۔ مسجد کا سامان ادھر ادھر کیا اور آپ سے امانتیں لے لے کر اپنی مجبوریاں جتا جتا کر ہزاروں روپیہ کھا گئے اور لوٹانے کی بات آئی تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے والی بات آگئی۔ یہ لوگ بد مذہبوں سے ملکر آپ پر الزام لگانے لگے تب آپ نے تنگ آکر کمیٹی کو بدل دیا۔ اسی محلّہ آزاد نگر کے ایک نوجوان جناب قادر خان جن کی عمر مشکل سے ۲۵ یا ۲٦ سال کی ہوگی جو ہیلتھ ڈپارٹمنٹ میں ملازمت کرتے تھے ان کی قابلیت اپنی بصیرت سے دیکھ کر قادر خان صاحب کی زیر صدارت ایک نئی کمیٹی مسجد کے انتظام کے لیے تشکیل دی۔ قریباً چالیس سال ہو رہے ہیں جناب قادر خان صاحب اس مسجد کے متولی ہو کر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مسجد کا انتظام سنبھال رہے ہیں۔ یہ بھی میرے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی کرامت ہے۔

جب آپ نے مسجد کی نئی کمیٹی کی تشکیل دی تو اب بد مذہبوں کی دشمنی کھل کر ظاہر ہو گئی اب ان لوگوں نے چاروں طرف سے لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا کہ (نعوذ باللہ) یہ کیا رے ایک درویش آکر ہمارے محلے کی مسجد میں ہمیں کو بھلا برا کہتا ہے، یہ کیا ایک لاکھ دو لاکھ روپۓ کی مسجد بنا کر ہم کو مذہب سکھاتا ہے۔ چلو ہم لوگ وہ مسجد خرید لیں گے (نعوذ باللہ من ذالک)۔

جب بات درویش بابا علیہ الرحمہ کو معلوم ہوئی آپ بہت ہی جلال میں آگئے، کہنے

لگے، کیا اللہ کے گھر کی کوئی قیمت ہوتی ہے، کون ہے با جو کعبۃ اللہ کو خرید سکتا ہے آج یہ اللہ کے گھر کو خریدنے کی بات کر رہے ہیں، کل یہی (نعوذ باللہ) لوگ اللہ تعالیٰ خالق اور اس کے مخلوق کی بھی قیمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں با، ان لوگوں نے تو شیطان کو بھی شرمندہ کر دیا۔ اس طرح کا ایک واقعہ چھٹی ہجری کے ایک فلسفی کا ہے جس نے ایک درویش کے سامنے پیش کیا سردی کا موسم تھا انگیٹھی جل رہی تھی اور وہ فلسفی اس درویش (سیدنا شیخ ابن العربی رملہ) سے حجت کرنے لگا فلسفی کہنے لگا عام لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا لیکن وہ نہیں جلے تھے۔ یہ سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے کیوں کہ آگ کا کام یہ ہے کہ جو چیز جلنے کے قابل ہوتی ہے اس کو جلا دیتی ہے اور پھر وہ فلسفی درویش کو خاموش دیکھ کر ایک قدم اور آگے بڑھ گیا اور بولا قرآن شریف میں جو آگ مذکور ہے اس سے مراد نمرود کے غضب کی آگ ہے، اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ نمرود سخت جھنجھلایا تھا اور غصہ سے لال پیلا ہو گیا تھا اور حضرت کے نہ جلنے سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دلیل و حجت سے اس پر غالب آگئے تھے اس لیے نمرود کا غصہ فرو ہو گیا، (نعوذ باللہ) فلسفی کی یہ بات سن کر درویش نے کہا کہ تم قرآن کے اس حصہ کا انکار کرتے ہو میں تمہیں اس معجزہ کی صحت کا یقین دلاؤں گا مگر میں اس کی کرامت ہونے کا مدعی نہیں ہوں، فلسفی نے کہا معجزہ کی صحت کا یقین دلانا ایک ناممکن بات ہے، اس پر درویش نے انگیٹھی جو سلگ رہی تھی پکڑ کر اس فلسفی کے دامن میں انڈیل دی پہلے تو وہ گھبرایا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس آگ سے نہ کپڑے جلتے ہیں اور نہ بدن تو وہ حیرت سے انگاروں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا تو معلوم ہوا کہ ان کی حرارت زائل ہو چکی ہے اس کے بعد درویش نے پھر سے انگیٹھی سیدھی کر دی اور اس فلسفی سے کہا کہ اب آگ میں ہاتھ ڈال ہاتھ ڈالتے ہی فلسفی کا ہاتھ جھلس گیا، تب درویش نے کہا اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ

آگ کا جلانا یا نہ جلانا اللہ تعالی کے حکم میں ہے نہ یہ کہ اس کی طبیعت کی خاصیت ہے، فلسفی نے توبہ کر کے دوبارہ ایمان پختہ کرلیا۔ اب شموگاہ کے بد مذہب لوگ اللہ تعالی کے گھر کی قیمت لگا رہے ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں کہ مسجد کا بننا یا نہ بننا اللہ تعالی کے قبضہ میں ہے۔ مسجد تعمیر کرنا ایک اللہ کے ولی کی خاصیت ہے۔ ادھر درویش بابا علیہ الرحمہ کہہ رہے تھے ان لوگوں کو بلاؤ دیکھیں وہ اللہ تعالی کے گھر کی قیمت کیا لگاتے ہیں ان سارے بد مذہبوں کی جائداد کو ملا کر جتنی بھی قیمت ہوگی وہ میرے ایک استنجے کے ڈھلے کی قیمت کے برابر بھی نہیں ہے با، لیکن وہ شرارتی لوگ آپ کے مقابل نہیں آئے۔ تکمیل مسجد کے بعد آپ نے مسجد میں خطیب و امام کے لے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ مبارک پور (بانی الجامعۃ الاشرفیہ) کے چہیتے شاگرد مولانا مولوی محمد بن حسن رضوی (ہبلی) کو رکھا جب نورانی عربی مدرسے کے لیے کمرے تیار ہوئے تو عربی مدرسے کے افتتاح کے لیے مولانا مولوی محمد بن حسن رضوی سے کہا گیا کہ کسی اچھے اور چوٹی کے عالم کو دعوت دے کر بلوائیں۔ اس بات کو مولانا نے اپنے استاذ محترم حضرت حافظ ملت سے کہا اور انہوں نے علامہ مفتی محمد عبد المنان قادری صاحب مدظلہ (الجامعۃ الاشرفیہ کے استاد گرامی) کو بھیجا۔ علامہ مفتی قبلہ صاحب نے شموگاہ آتے ہی اس آزادنگر محلہ کے عوام کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہاں پر بد مذہبوں کا بہت زور ہے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر اہل سنت و جماعت کو دبانا چاہتے ہیں اور ہر وقت دین میں فتنہ فساد مچاتے رہتے ہیں ایسے ماحول میں درویش بابا علیہ الرحمہ نے آپ کو نماز جمعہ پڑھانے کے لیے کہلا بھیجا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس مسجد میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہوتی ہے اور خطبہ جمعہ ممبر پر اردو میں دیا جاتا ہے جو شریعت کے خلاف ہے، اگر میں شریعت کے مطابق کروں تو مسجد کے مصلیوں میں پھوٹ پڑنے کا ڈر ہے اور ایسے میں بد مذہب اپنا رنگ دکھائیں گے یہ بات سنتے ہی آپ کو جلال آگیا اور کہلا بھیجا آپ دین

کے نقیہ ہیں جو بات شریعت کے مطابق ہے وہی کریں چاہے سارے مصلیان مسجد اٹھ کر چلیں جائیں اس کی پراوہ نہ کریں تب علامہ مفتی قبلہ صاحب نے مصلیان مسجد کے سامنے بیان دیا کہ ثانی اذان مسجد کے باہر ہونا اور خطبہ جمعہ عربی ہی میں ہونا چاہیے، یہی شریعت کا تقاضہ ہے، اس کے بعد ثانی اذان مسجد کے باہر ہوئی اور مفتی صاحب نے خطبہ جمعہ عربی میں دیا تب سے آج تک کسی نے کوئی چوں چرا نہیں کیا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں:

۱۹۶۲ء میں آپ شولاپور کے دورہ سے واپس شموگاہ لوٹتے ہوئے ہریہر ریلوے اسٹیشن سے صوفی عبدالعزیز خان علیہ الرحمہ کی دوکان پر گئے۔ جب صوفی عبدالعزیز خان آفریدی علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا کہ حضور درویش بابا علیہ الرحمہ ان کے دوکان پر آرہے ہیں تب فوراً اپنا ہی کھاتا بند کر کے دوکان ٹھیک ٹھاک کرنے لگے اس وقت ان کی دوکان پر ریاست میسور کے عہدیدار متعلقہ ہریہر کے ذمہ دار اعلیٰ افسر جو بظاہر نام کے مسلمان تھے وہاں موجود تھے، یہ اعلیٰ افسر انگریزی فیشن کے دلدادہ تھے اور دین اسلام سے دوری اختیار کیے ہوئے تھے، جب حضور درویش بابا علیہ الرحمہ صوفی صاحب کی دوکان پر آئے تو افسر وہاں سے اٹھ کر دوکان کے باہر سگریٹ کا مزہ لیتے ہوئے ماحول کا جائزہ لے رہے تھے اس افسر کی پیٹھ صوفی صاحب کی دوکان کی طرف تھی وہ صرف دوکان میں ہونے والی بات چیت کے کلمات سن سکتے تھے۔ ایسے میں ان کانوں میں حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی آواز آئی یہ کون ہے با، تب صوفی صاحب کی آواز آئی ان کا نام سید احمد صاحب ہے، سرکار یہ یہاں کے سرکاری عہدے دار بی، ڈی، او (B.D.O) ہیں دوبارہ درویش بابا علیہ الرحمہ کی آواز آئی یہ دوستی کے قابل ہیں با، ان کو ذرا بلاتا با، یہ اتنی آواز سنتے ہی بی، ڈی، او، سید احمد صاحب کی حالت پتلی ہوگئی اب ان کا فخر گھمنڈ اور انگریزی فیشن کا بھرم ٹوٹ گیا جیسے کہ ان کو کچھ ہو گیا تھا وہ فوراً بنگلے پر گئے

غسل کیا اور نئے سلے سلائے کپڑے پہن کر درویش بابا علیہ الرحمہ کے سامنے حاضر ہو گئے تب سے اب تک دین اسلام کے لیے انہوں نے اپنی ذات، اپنی دولت، اور زر و مال وقف کر رکھا ہے، آج بھی حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کا ایک جملہ ''یہ دوستی کے قابل ہے با'' ان کے کان میں گونجتا رہتا ہے۔ اس جملہ نے ان کی حالت بدل دی یہ تصرف ہے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کا۔ یہاں پر یہ لکھ دینا بھی موزوں ہوگا کہ مرد مومن کی نگاہ سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ جب سید احمد صاحب رضوی درویش بابا علیہ الرحمہ سے ملے تب تک رات ہو گئی تھی اور صوفی صاحب کے گھر بہت ساری عورتوں کے ساتھ بی، ڈی، او، صاحب کی اہلیہ بھی مدعو تھی ساری عورتیں برقعہ پہنے اور چہرہ پر نقاب لے ہوئے تھیں اچانک درویش بابا علیہ الرحمہ نے الحاج سید احمد صاحب رضوی (چتر درگا) کی اہلیہ کو مخاطب کر کے فرمایا ''اپنے شوہر کا خیال رکھنا دینی کاموں میں ڈھیل نہیں دینا'' سید احمد صاحب آج تک بھی حیرت میں ہیں کہ میری اہلیہ کی حضور درویش بابا علیہ الرحمہ سے پہلے کبھی بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی نہ جانتی تھی لیکن آپ نے مکمل پردہ کے اندر رہنے کے بعد بھی بہت ساری عورتوں میں سے صرف میری ہی اہلیہ کو مخاطب کیا تھا بڑی حیرت کی بات ہے اس دن سے میری اہلیہ مجھے ہر وقت دین کے کاموں میں مدد کرتی رہی، اس کے بعد آپ نے شموگاہ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ محمد سید احمد صاحب ایک سرکاری آفیسر تھے اس لیے انہوں نے ایک موٹر گاڑی کا انتظام کیا جب گاڑی شموگاہ جانے کے لیے تیار ہوئی تو صوفی صاحب نے سید احمد صاحب کو ساتھ دینے کو شموگاہ تک کے لیے کہا۔ سید احمد صاحب نے کہا کل سویرے ایک سرکاری ضروری کام ہے اور میرا رہنا اشد ضروری ہے آپ جائیں۔ جب سید احمد صاحب کی پس و پیش بڑھ گئی تو حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ با۔ اس پر سید احمد صاحب انکار نہیں کر سکے بیٹھ کر شموگاہ چلے گئے لیکن شموگاہ پہنچنے پر

B.D.O صاحب کی بے چینی بڑھ گئی۔ ان کی حالت دیکھ کر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کیا ہے بابا کیوں بے قرار ہو رہے ہیں، اس پر سید صاحب نے کہا کہ سرکار ابا جی کل سویرے ریاست میسور کے وزیر کا دورہ ہری ہر میں ہونے والا ہے اور مجھے خود اس کا استقبال کرنا ہے اگر میں غیر حاضر ہوا تو شاید میری ملازمت جا سکتی ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں بابا، وزیر کا دورہ منسوخ ہوا بابا، آرام سے جاؤ بابا، جب شام کو بادل ناخواستہ B.D.O. صاحب ہری ہر آئے تو پتہ چلا کہ ٹمکور شہر کے قریب وزیر کی کار کا ایکسڈنٹ ہونے سے دورا رد ہو گیا ہے، اس بات پر آپ حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کے بے دام غلام بن گئے ہیں، یوں تو آپ نے بارہا اجمیر شریف میں حاضری دی، لیکن ۱۹۵۶ء میں عرس مبارک پر اپنے چالیس پچاس عقیدت مندوں کے ساتھ دربار خواجہ غریب نواز میں باجماعت نماز اور ذکر و اشغال کے معمولات ادا کرتے ہوئے حاضری دی اور فضل منزل میں مقیم ہوتے وہاں پر خادم خواجہ صاحب حاجی سید احمد امجد علی نیازی و سید مظفر علی نیازی کی مہمان نوازی کی چھ سات دن وہاں مقیم رہے۔ اس دوران ہر طبقہ کے لوگ ملاقات کے لیے آتے تو ہر ایک سے بے حد محبت فرماتے، اور مہمان نوازی اور سخاوت کا عالم بے پناہ تھا، یہ آپ کی آخری حاضری تھی۔

اسی سال آپ نے بذریعہ ہوائی جہاز حج بیت اللہ ادا کیا۔ یہ آپ کا تیسرا اور آخری حج ثابت ہوا۔

جب آپ حج بیت اللہ سے واپس آئے تو شموگاہ سے قریباً (۳۰) کلومیٹر دوری پر گھنے جنگل میں ایک بالکل چھوٹی سی بستی کا نام ہنگرے کٹے (HANGREE KATE) ہے اس بستی میں ایک صاحب کرامات ولی سیدنا سید السعادات علیہ الرحمہ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہیں، اس مزار مبارک کی حاضری پر آپ بار بار جاتے تھے اور وہاں کے خادم و مجاور آپ کی بہت عقیدت کے ساتھ خدمت کرتا۔ اس مجاور کے

بہت اصرار پر آپ نے وہاں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد نورانی اپنے خرچ سے تعمیر فرمائی، اس تعمیر کے سلسلے میں ایک بات بتانا چاہوں گا کہ جس میں آپ کو حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی مسجد کی حرمت کے بارے میں پتہ چل سکتا ہے، ایک بار جب آپ نے ہنگرے کٹے کی مسجد کی تعمیری کام کا معائنہ کرتے مسجد کے اندر قبلہ کی طرف والی محراب جو امام کے لیے بنائی جاتی ہے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے نقش ونگار میں ایک انچ کا فرق ہے، جو دور سے نظر نہیں آتا تھا بلکہ قریب سے غور کرنے پر معلوم ہوتا تھا۔ اس فرق کو دیکھتے ہی آپ کو جلال آگیا اور فرمانے لگے کہ اپنے گھروں کو منقش کرنے کے لیے لوگ زمین وآسمان کو ملا دیتے ہیں لیکن اللہ تعالی کے گھر کے لیے ایسی غیر ذمہ داری کہ کوئی اس کا پرسان حال نہیں۔ آپ نے فوراً کاریگر کو بلایا اس کو ایسا ڈانٹا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس کے ہاتھ کاٹ دیں گے۔ اس بیچ میں آپ کی پر جلال والی حالت دیکھ کر آپ کے محبوں نے بڑی مشکل سے آپ کے جلال کو فرو کیا اور جہاں نقش میں خرابی تھی اس کو فوراً ٹھیک کیا، جب معاملہ ٹھیک ہو گیا تو آپ کاریگر پر اتنے مہربان ہوئے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ چند لمحے پہلے آپ نے اس کاریگر کو تنبیہ کی ہو۔

اس مسجد کی تعمیر کے بعد ہر طرف سے لوگ آنے لگے اور التجا کرتے کہ ہمارے گاؤں ہمارے شہر کی مسجد تعمیر کرائیں، آپ نے کسی کو بھی خالی نہیں کیا بلکہ اپنے صرفے سے جو بھی بن پڑتا وہ رقم دے کر روانہ کر دیتے تھے۔ اس کا کوئی رکارڈ نہیں ہے، شموگاہ کے محلہ مداری پالیم کی جماعت کی التجا پر وہاں کی مسجد کے مینار اور آستانہ عالیہ سیدنا شاہ ولی علیہ الرحمہ کی درگاہ تعمیر فرمائی، اس طرح بھدراوتی شہر میں سیدنا سید السادات علیہ الرحمہ کی مزار مبارک پر ایک بہت ہی نفیس اور شاندار درگاہ تعمیر فرمائی، اس میں اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس درگاہ کے دروازے جو ساگوان کی لکڑی کے بنے ہوئے ہیں دیکھنے کے قابل ہیں، اس دروازے کے ہر پڑھک پر ایک بڑا سا گلاب کا پھول بنا

ہوا ہے، جس کی ہاتھ کی کاریگری دیکھنے کے قابل ہے۔

محترمہ فاطمہ بی کے اصرار پر ان کی زمین دو ہزار روپیوں میں خرید لی اور اس جگہ کا ٹیکس جو چالیس سال بقایا تھا آپ نے خود دیا اور اس جگہ پر نورانی فضل منزل بنائی جو آپ کی اپنی ذاتی ملکیت تھی، قربان جایئے آپ نے اس نورانی فضل منزل کی آمدنی نورانی مسجد شموگاہ کے اخراجات کے لیے تا قیامت وقف کر دیا۔

اس طرح چن گیری شہر کی مسجد کا افتتاح آپ کے ہاتھوں ہوا اور ہولیار HULIAR گاؤں کی مسجد کا سنگ بنیاد بھی آپ ہی نے رکھا۔

اپنے چاہنے والوں کے کہنے پر آپ نے سری رنگا پٹن (میسور) میں سیدنا حضرت ٹیپو سلطان شہید علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کے بالکل بغل میں مسجد اعظم کے پاس زائرین کے وضو کرنے کے لیے پانی کا حوض بنایا ہے۔

۱۹۷۳ء میں علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ و مولانا سید شاکر علی و مولانا منصور علی خان صاحب رضوی مدنپورہ بمبئی و دیگر حضرات آپ کو شہر ہبلی میں غوثیہ عربی مدرسہ کی افتتاح پر لے گئے۔ وہاں پر آپ سے ملنے کی اتنی بھیڑ امنڈ آئی کہ اس بھیڑ کو قابو میں کرنے کے لیے پولیس والوں کی مدد لینی پڑی۔ بعد نماز عشا آپ کو ایک طرف بٹھایا گیا اور ہر ملنے والے کو قطار در قطار کھڑا کر دیا گیا کہ باری باری آئیں اور مصافحہ کریں اور آگے چل نکلیں اس طرح لوگ آتے اور مصافحہ کرتے اور ان کے پاس جو کچھ ہوتا وہ نذرانے کے طور پر آپ کیسامنے رکھتے اور آگے بڑھ جاتے۔ یہ کام صبح صادق تک چلتا رہا جب آپ اپنی جگہ سے اٹھے تو قریباً اس زمانہ میں چالیس ہزار روپے کے اوپر نذرانے کے طور پر جمع ہو گئے تھے وہ ساری فتوحات آپ نے وہیں مدرسہ کے لیے چھوڑ دیں اور اپنی طرف سے ایک کمرہ بنانے کے لیے الگ سے سات ہزار روپے بھی دیئے۔

اس سال آپ کی ملاقات شہر منڈ گوڈ میں مسجد کی افتتاح کے موقعہ پر سیدنا حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان صاحب رضوی علیہ الرحمہ سے ہوئی اور وہاں پر مسجد میں نماز عصر کی اذان آپ نے پکاری اور نماز حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔

۱۹۶۶ء میں قصبہ ہولیار (HULIYAR) (متعلقہ سرا) میں مسجد کی بنیاد رکھی اور چن گیری (CHANGEERI) میں مسجد کا افتتاح کیا۔

ہولیار کی مسجد کا واقعہ اس طرح بیان ہوتا ہے کہ وہاں کے رہنے والوں نے اپنے قصبہ کی پرانی چھوٹی مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے ایک بڑی اور اچھی مسجد بنانے کے لیے حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو سنگ بنیاد رکھنے کے لیے عبد الستار خان صاحب نے حاجی عبد الجلیل عاشق صاحب کے ذریعے دعوت دی۔ آپ تشریف لے گئے، اس وقت آپ کے ساتھ صوفی عبد العزیز خان آفریدی علیہ الرحمہ دبی، ڈی، او، سید احمد صاحب اور شہر شولاپور کے شیخ محمد ابراہیم صاحب سوداگر اور دیگر چاہنے والے بھی تھے۔

پروگرام یہ تھا کہ جمعرات کو بعد نماز ظہر مسجد کو شہید کرنا شروع کر کے نماز عصر کے پہلے سارا کام ہونا ہے، اور رات تک ملبے کو ہٹانا تھا اور جمعہ کو نماز کے بعد سنگ نبیاد رکھنا تھا۔

بعد نماز ظہر گاؤں کے سارے مسلمانوں نے مل کر مسجد شہید کرنا شروع کیا، لیکن عصر تک مسجد شہید نہ کر سکے، اس پر حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ کیا تکلیف ہے ابھی تک کام پورا نہ ہو سکا اس پر وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہ سیدنا حضرت ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ کے وقت کی بنائی ہوئی مسجد ہے جو بہت ہی مضبوط ہے اس کا ایک منارہ شہید کرنا باقی ہے، جو مشکل کام لگ رہا ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ ایک رسی لاؤ اس کا ایک سرا منارہ پر باندھ دو اور دوسرے سرے کو میرے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو اور جب میں یا میرے محبوب کا نعرہ لگاؤں تو آپ میرا ساتھ دیتے ہوئے رسی کے ذریعہ منارہ پر جھٹکا لگاؤ انشاء اللہ تعالی منارہ نیچے آجائے گا، آپ نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا،

رات عشا تک سارا ملبہ ہٹایا گیا، دوسرے دن جب کھلے میدان میں نماز جمعہ کے لیے لوگ جمع تھے جب فرض کے لیے اقامت کہی جارہی تھی اچانک بارش شروع ہوگئی پانی کی بڑی بڑی بوندیں مصلیوں پر گرنے لگی تو آپ نے اوپر نگاہ اٹھا کر بادل سے مخاطب ہوکر کہا ''اے بادل یہاں تیرا کیا کام ہے جاجا کر کھیتوں میں پانی برسا اتنی بات آپ کے زبان مبارک سے نکلی تھی کہ بارش ہٹ کر کھیتوں کے طرف برسنے لگی اور خوب برسا لیکن مصلیوں پر ایک بوند بھی نہیں گری۔ اس واقعہ کے گواہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہاں کے غیر قوم کے لوگ بھی ہیں۔ ان میں آج بھی بہت سارے لوگ زندہ ہیں۔

واقعات

یہ واقعہ ۱۹۴۱ء یا ۱۹۴۲ء کا ہے آپ علیہ الرحمہ آئنور (AYNUR) کے قریب ایک گاوں ہارن ہلی (HARANAL!!) ہے جہاں پر ایک جید بزرگ میٹھے شاہ ولی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقبرہ ہے وہاں پر کبھی کبھی دو چار دن کے لیے قیام کرتے مقبرے کے متصل مسجد میں تہجد گزارتے اور آگے اپنی سیاحت پر چلے جاتے ایک بار آپ کے قیام کے دوران وہاں پر ایک مست قلندر آیا اور اپنے شعبدہ بازی سے لوگوں لو اپنی طرف راغب کرنے لگا، وہ قلندر کہتا ہے کہ وہ طریقت والا ہے عشق رسول نے اس کے دل کو مدینہ منورہ کر دیا ہے، وہ ہر وقت کسی بھی لمحہ مدینہ منورہ پہنچ جاتا ہے جب لوگ اسے نماز پڑھنے کے لیے کہتے تو وہ کہتا کہ ہم دیکھاوے کی نماز نہیں پڑھتے اللہ تبارک وتعالی پردہ پوش ہے اس لیے ہم بھی ظاہرہ نماز نہیں پڑھتے بلکہ ہماری نماز دل میں ہوتی ہے، اور ہمارا دل مدینہ مبارکہ ہے یہ ظاہری نماز ہم جیسے پہنچے ہوئے بزرگوں کے لیے نہیں ہے تم لوگ ہم جیسے لوگوں کو سوال نہیں کرنا بس ادب کرنا چاہیے جب یہ بات درویش بابا علیہ الرحمہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اس قلندر کو بہت سمجھایا لیکن وہ گستاخ

نہیں مانا اس پر آپ نے قلندر کو پوچھا کہ نماز کیا ہے قلندر نے یہ کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہمیں نماز ادا کرنے کا حکم ہے، اس جواب پر آپ علیہ الرحمہ نے دوبارہ پوچھا اس کو سوا نماز کے بارے میں اور کیا جانتے ہو قلندر کی خاموشی دیکھ کر کہا نماز اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن یہ ادائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ادائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، اور تم کہتے ہو نماز دل میں ہوتی ہے، اس سے تو ادائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ثابت ہوتا ہے، اس لیے تم عاشق رسول نہیں ہو بلکہ زندیق ہو اگر اسلامی حکومت ہوتی تو تم قتل کر دیئے جاتے لیکن وہ قلندر اپنی باتوں پر اڑا رہا، اور شعبدہ بازی کے کرتب دیکھانے لگا، تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ اس قلندر کی طرف بڑھا کے کہا یا میرے محبوب اور ہاتھ واپس کھینچ لیا اس سے اس کی شعبدہ بازی کی صلاحیت ختم ہو گئی آپ نے اس کو استغفار پڑھایا اور اپنے ساتھ نماز عشا ادا کرنے کے لیے مسجد میں لے گئے لیکن وہ قلندر دل ہی دل میں اس بات کو اپنی بے عزتی سمجھ کر جلنے لگا، جب آپ اس رات نماز تہجد میں مشغول ہو گئے تو یہ قلندر اٹھا اور آپ کا سارا اثاثہ لیکر جو صرف ایک کمبل تھا وہاں سے چلا گیا جب صبح لوگوں کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ سے اس کے بارے میں پوچھا آپ نے اپنے کشف سے معلوم کر لیا کہ وہ قلندر شہر بھدرواتی میں مسجد خداداد کے قریب ایک چائے خانہ کے پاس چبوترے پر بیٹھا ہے آپ میں سے کوئی جا کر اس کو بڑی محبت اور عزت کے ساتھ یہاں لے آئے جب وہ قلندر آپ کے سامنے حاضر آیا تو آپ نے اپنی چھاتی سے لگا کر اس کے دل میں سچا عشق رسول ڈال دیا تو وہ فوراً آپ کے قدموں میں گر کر تائب ہوا اس پر آپ نے اس کو نئے کپڑے سلوائے اور ایک کمبل دیا اور زادہ راہ کے لیے کچھ رقم دے کر روانہ کر دیا۔[1]

---

(۱) اس روایت کے راوی آئنور والے عباس خان آفریدی اور ہارن ہلی و بھدراوتی کے چند اصحاب ہیں۔

واقعہ نمبر ۲:

شہر آئنور (AYANUR) کے قریب ایک بڑا بھیانک جنگل ہے اس جنگل کے بیچوں بیچ ایک چھوٹی سی خوبصورت بستی ہے جس کا نام (ہنگیرے کٹہ HANGEERE KATTA) ہے یہاں پر ایک صاحب کرامت سیدنا سید السعادات علیہ الرحمہ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے اب آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے جنگل کا کچھ حصہ کم ہوگیا ہے، لیکن ۱۹۳۰ء میں یہ ایک بڑا بھیانک جنگل ہوا کرتا تھا اس جنگل میں دوپہر کے وقت بھی سورج کی روشنی زمین پر بڑی مشکل سے پہونچتی تھی اس جنگل میں طرح طرح کے خونخوار جنگلی جانوروں کی تعداد خصوصاً شیروں اور جنگلی بھینسوں کی زیادہ تھی آج بھی یہاں شیر اور جنگلی جانور دیکھائی پڑتے ہیں ہنگرے کٹہ تک آنے کا راستہ شہر آئنور سے ۲۵ کلو میٹر دوری تک پھیلا ہوا ہے، اوبڑ کھابڑ پگڈنڈی جو سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی چلی گئی ہے (آج کل اس پگڈنڈی پر پکی سڑک بن گئی ہے) اس جنگل میں پرندوں کی چہچاہٹ جھینگروں کا جھجھنا شیروں کی دھاڑ لومڑیوں کی چھنگاڑ ہوا چلنے پر سوکھے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ یہ سب سن سن کر دیکھ دیکھ کر اچھے اچھے ہمت والے نوجوانوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ لوگ اس مزار مبارک پر پہونچنے کے لیے قافلے بنا کر سفر کرتے قافلے کے آگے آگے دو تین آدمی ہا ہو ہا ہو کرتے جاتے، اور ان کے پیچھے دوسرے لوگ جلدی جلدی پگڈنڈی پار کرنے میں لگ جاتے ایسے گھنے جنگل میں آپ علیہ الرحمہ تن تنہا سفر کرتے ہوئے ظہر کے قریب ہنگرے کٹہ میں سید السعادات کے مزار مبارک پر پہونچے وہاں دیکھا کہ مزار مبارک کے قریب ایک ٹھنڈے میٹھے صاف شفاف پانی کا جھرنا ہے اور تین چار جھونپڑیوں کے سوا دور دور تک کسی انسان کا وجود ہی نہیں، آپ نے جھرنے کے پانی سے وضو کیا ظہر کی نماز ادا کی کلام پاک اپنی جھولی سے نکالا جھولی درخت پر ٹانگ کر تلاوت کلام پاک میں

لگ گئے تھوڑی دیر بعد ستانے کے لیے لیٹے تو آنکھ لگ گئی آنکھ کھلنے کے بعد کلام پاک رکھنے کے لیے جب جھولی درخت سے اتاری تو آپ حیران رہ گئے کیونکہ اس جھولی میں نئے کرنسی نوٹوں کے پیکٹ رکھے ہوئے تھے یہ روپے دیکھ کر آپ ان روپئوں کے مالک کی تلاش کرنے لگے وہاں پر دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آیا اور ان جھوپڑیوں میں رہنے والے بھی کہیں چلے گئے تھے، تلاش کرتے کرتے شام ہوگئی گہرا اندھیرا ہونے لگا تو آپ نے اکیلے ہی رات میں وہیں قیام کیا رات میں خواب میں کوئی بزرگ کہہ رہے تھے اے درویش یہ رقم ایک دست غیب ہے، آج سے جو بھی فتوحات و نذار نے آپ کے پاس آئیں تو اس رقم کو اس رقم میں ملا دینا اور جب کبھی آپ کو کار خیر کے لیے رقم درکار ہوگی تو بسم اللہ کے بعد یا میرے محبوب کہہ کر اس میں سے رقم نکال لینا آپ کو آپ کی مطلوبہ رقم ہی آپ کے ہاتھ آئے گی نہ کم نہ زیادہ اس خواب کے بعد صبح ہوتے ہی آپ وہاں سے چل دیئے۔

ان روپیوں کے بارے میں ایک معتبر روایت یہ ہے کہ آپ کے چاہنے والے کی طرف سے جو فتوحات آتی تو وہ کرنسی نوٹ (روپیہ) پرانے ہوتے تھے لیکن جب بھی آپ کار خیر کے لیے روپئے دیتے تو وہ بالکل نئے نئے روپیوں کے نوٹ ہوتے اس طرح آپ نے کئی مسجدیں ومدارس تعمیر کئے یا ان کی تعمیر کے لیے چندہ دیا مجبور مسلمانوں کو قرض حسنہ دیا، (جو واپس نہیں آیا) اگر ان روپیوں کا تخمینہ کیا جائے تو لاکھوں روپیہ ہو جائے گا جب آپ نے وصال فرمایا تب بھی آپ کے پاس پچاس ساٹھ ہزار روپیہ موجود تھا۔

انہی روپیوں کے سلسلے میں شموگاہ کے بدمذہبوں نے حکومت سے شکایت کی کہ یہاں نورانی مسجد میں نوٹ چھاپنے کی مشین ہے لاکھوں روپیہ کے جعلی نوٹ (روپیہ) چھاپ کر پھیلا رہے ہیں، اس شکایت پر حکومت نے دو جاسوس

(C.I.D.) کو بڑی راز داری کے ساتھ یہاں بھیجا ان افسروں میں ایک پنجابی تھا وہ مسلمان کے بھیس میں آکر باقائدہ نماز پڑھتا اور درویش بابا علیہ الرحمہ کی دعا لینے ان کے حجرے میں جاتا جب دو دن ہوگئے تو خود درویش بابا علیہ الرحمہ اس سے مخاطب ہوئے کیوں باجو کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرلو بابیکار وقت کیوں گنوار ہے ہو، تم کو دو دن سے یہاں پر تانک جھانک کرتے دیکھ رہا ہوں میں ایک درویش ہوں بس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر "توکل" کیے رہتا ہوں اپنے دوسرے ساتھی کو ساتھ لے کر میرے حجرہ کا معائنہ کرنے کی تم کو اجازت ہے با جب دونوں سی آئی ڈی (C.I.D.) افسروں نے مل کر حجرے کی تلاشی لی تو انہیں صرف ایک پرانی چٹائی ایک جائے نماز اور ایک لکڑی کا صندوق جس میں کتابیں تھیں ملے اس کے سوا کچھ نہ ملا، دونوں افسر بہت نادم ہوئے پر آپ نے ان سے کہا کہ سامنے کی دیوار میں ایک چھوٹی الماری لگی ہوئی ہے اسے بھی دیکھ لو، الماری میں سوا عطر کی بوتلوں، اگربتیوں اور چند روپیوں کے سوا کچھ نہ تھا، اب وہ دونوں افسر آپ سے معذرت خواہ ہوئے، اور چلنے کی اجازت مانگی تب آپ نے کہا ٹھہر و با میرے محبوب کا کرشمہ دیکھو با، یہ کہہ کر آپ نے دیوار میں لگی الماری کا دروازہ کھولا تو اس چھوٹی سی الماری میں نئے نئے نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں جس میں سے چار پانچ گڈیاں نیچے گر گئیں، آپ نے کہا یہ رقم میری نہیں ہے یہ کسی کی امانت ہے ان دونوں نے ان نوٹوں کو اچھی طرح جانچ پرتال کر کے بتایا کہ یہ تو اصلی نوٹ ہیں یہ کام کسی مہا پروش کے سوا نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد آپ نے وہ نوٹ واپس الماری میں رکھ کر الماری کا دروازہ ایک بار بند کر کے جب دوبارہ کھولا تو وہاں پہلے ہی جیسا عطر اگربتیاں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں آپ کی یہ کرامات دیکھ کر وہ دونوں افسر واپس چلے گئے اس واقعہ کے چشم دید گواہ آج بھی موجود ہیں۔

اب بات دست غیب کی چلی ہے تو آیئے ہنگیرے کٹے کی نورانی مسجد کی تعمیر

کے سلسلے میں ایک دو باتیں اور بتا دوں جس جگہ یہ نورانی مسجد تعمیر ہوئی اسی جگہ پر آپ کو دست غیب عطا ہوا تھا۔ کیونکہ جنگل کا معاملہ تھا تعمیر کے لئے شموگاہ شہر سے کاریگروں کے کھانے پینے کے انتظام کے ساتھ ان کی اجرت دے کر بلایا گیا تھا اور آپ ہر مزدور و کاریگر کو پہننے کے لئے بہترین کپڑے سلوا کر دئے۔ یہ چاندی مسجد بھی اپنے ذاتی صرفے سے بنایا اس تعمیری کام کی دیکھ ریکھ اور حساب و کتاب کی ذمہ داری آئنور والے ایچ ایم عباس خان آفریدی کپڑے کے تاجر کے ذمہ تھی۔ آپ ہر بار آپ کو تعمیری سلسلہ کا روپیہ پوسٹ کے انشورڈ لفافہ کے ذریعے کبھی شولا پور کبھی میرج، کبھی بلاری، کبھی کوئمبتور سے روانہ کرتے تھے اور تاکیداً خطوط لکھتے کہ تعمیری کام کسی وجہ سے بھی ایک لمحہ کے لیے نہ رکے۔ ایچ ایم عباس خان آفریدی کے اس کام میں ہر طرح کا ساتھ آئنو کے مرحوم سید دستگیر صاحب ادرک کے تاجر اور جناب کلونجی کا کا صاحب نے دیا اور اس کام کے لیے چتر درگا سے انجینیر غوث علی خان صاحب سید احمد صاحب (بی، ڈی، او) اور ہری ہر سے صوفی عبدالعزیز خان آفریدی بار بار ہمنگرے کٹہ جاتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ یہ ہوا کہ صبح سویرے ہی ہری ہر سے انجینئر غوث علی خان صاحب، سید احمد صاحب (بی، ڈی، او) اور صوفی عبدالعزیز خان آفریدی صاحب اس تعمیری سلسلہ میں آپ علیہ الرحمہ سے ملنے شموگاہ پہنچے تینوں نے خیال کیا اب صبح کے نو بج رہے ہیں، حضور درویش بابا وظیفہ میں ہوں گے، اس لیے امیر احمد سرکل کے پاس تاج ہوٹل میں کچھ ناشتہ کر کے چلیں، ہوٹل میں آپ ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے، جہاں چار کرسیاں تھیں آپ لوگ صرف تین تھے ایک کرسی خالی رہی تینوں نے پائے کا سالن اور پراٹھے منگا کر کھایا، اس کے بعد آپ شموگاہ کی نورانی مسجد پہنچے فوراً درویش بابا علیہ الرحمہ نے آپ تینوں کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ کیا بابا پائے کا سالن اور پراٹھے کھا کر پیٹ پر ہاتھ

پھرتے ہوئے آئے کیا باچوتھی کرسی پر میں خود تھا بالیکن مجھے تم لوگوں نے کھانا کھانے کے لیے نہیں کہا با کیا یہی تمہاری عقیدت ہے اس بات پر تینوں کے تینوں حیرت میں پڑ گئے کہ یا اللہ، یہ کیا ماجرا ہے، اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیرومرشد کی نظر ہر وقت اپنے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں پر ہوتی ہے۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ شہر پلاڈم والے آر ایم جعفر صاحب کے ساتھ پیش آیا آر یم جعفر صاحب اپنے کنبہ کے ساتھ شموگاہ سے واپس گاؤں لوٹ رہے تھے تب درویش بابا علیہ الرحمہ نے ان سے کہا کہ میں نے تم سب لوگوں کی دعوت کا انتظام بنگلور شہر میں یم آر امان اللہ صاحب کے گھر کیا ہے با جاتے ہوئے رات کا کھانا کھا کر جانا آر ایم جعفر صاحب، ایم آر امان اللہ صاحب کے گھر کھانے کے لیے گئے تو وہاں کل چودہ نفر کے لیے کھانا نکالا گیا تھا، لیکن یہ لوگ تیرہ تھے کھانا کھانے کے بعد آر ایم جعفر صاحب اپنی فیملی کے ساتھ اپنے گاؤں چلے گئے قریباً ایک مہینے کے بعد جب دوبارہ شموگاہ آئے تو درویش بابا نے فرمایا امان اللہ صاحب کے گھر دعوت کیسی رہی با فلاں فلاں کھانے کا مزہ کیسا تھا با، لیکن کیا با تمہارے دل میں تڑپ نہیں با، آپ لوگ تیرہ تھے لیکن کل نشستیں چودہ تھیں اس چودھویں نشست پر میں خود تھا بالیکن آپ لوگوں نے مجھے پوچھا تک نہیں با۔ (بتائے اس تصرف کے لیے کیا کہتے ہیں)

☆☆☆☆☆

☆☆☆

حضور ابا جی علیہ الرحمہ کے حجرہ کی دیوار میں ایک چھوٹی سی الماری میں عطر رہتا تھا۔ اس الماری کا دروازہ کھول کر آپ نے اس میں نوٹوں (روپیوں) کی گڈیاں دیکھائی تھی۔ اس کے شاہد دیگر لوگوں کے ساتھ جناب بسم اللہ شاہ مکاندار صدر مدرس اردو اسکول وردی والے ہیں۔ (یہ دست غیب کا اثر تھا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف عالی جناب وخوش نصیب وفرمانبردار حضرت عباس خان صاحب مدظلہ العالی دعا گو **درویش** کی جانب سے بہت بہت دعا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاج شریف الحمدللہ میں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہوں، آپ جناب کی خیریت کے لیے، اپنی اہل وعیال کی خیریت کے لیے ہر روز وشب بارگاہ مجیب الدعوات میں عرض پرداز ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ تادم زیست نیک چاہتے رہوں گا، امید واطمینان رکھیں، آپ جناب کی خدمت میں درویش کا مودبانہ عرض گذارش یہ ہے کہ آپ جناب کو میں اقرار کیا تھا کہ اس دفعہ میں ضرور خیریت نامہ ارسال کروں گا، میں میرے اقرار کے موافق محبت نامہ ارسال کیا ہوں، یہ محبت نامہ کو بہت عزت واحترام کیساتھ اور بہت محبت کے ساتھ حفاظت کے ساتھ رکھ لیجئے گا، اور بہت جلدی جواب دیجئے گا آپ جناب کی خدمت میں درویش کا عاجزانہ التماس یہ ہے کہ مسجد کا کام یعنی مٹرگیاں کا کام چالو ہے یانہیں آپ مجھ کو اقرار کیے تھے یہ اللہ کے گھر کے کام میں میں شامل ہو کر بہت جلدی یہ کام کراؤنگا اور کرلونگا اور کرلو مگر اقرار کیے تھے کیا وہی اقرار کے موافق کاماں کراتے ہو اور کر لیتے ہوئے اچھی طریقے سے کام چالو ہے، یانہیں، مجھ کو معلوم کراؤ اور دوسرا وہ جو مٹرگیوں کے لیے پلاں ڈالنے کے لیے اور کتنا پیسہ ہوتا اسٹومنٹ ڈالنے کے واسطے یعنی (پلان اور اسٹومینٹ) ڈالنے کے واسطے جناب عبدالجبار صاحب کے فرزند کو بول کر آیا تھا کیا انہوں نے پلان اور اسٹومینٹ ڈال کر دئے ہیں، یانہیں معلوم کراؤ، اگر اسٹومینٹ ڈال کر دے کر رہے ہے تو کتنے ہزار روپیوں کی ضرورت ہے، اور کتنے ہزار روپیوں کا اسٹومینٹ ڈالے ہیں، یہ تمام بھی خلاصہ کے ساتھ مجھ کو معلوم کرائیے گا، یہ محبت نامہ آپ کو پہنچتے ہی فوراً آپ جناب کی خیرت اور اپنی اہل عیال کی

کے کام کے حالات مثلاً یہ تمام بھی مجھ کو معلوم کرا کر دوسرا کام دیکھئے فوراً جواب اور جناب عبدالجبار صاحب کو طبیعت کچھ بہتر ہے یا نہیں مجھے ضرور معلوم کراؤ اور وہ لوگوں کو میری طرف سے بہت بہت دعا اور السلام علیکم پہنچا دیجئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ وہ لوگوں کو بھی کل میں خط لکھوں گا فکر نہ کریں، اے میرے جناب اب میں میری تحریر کو ختم کر رہا ہوں، یہ محبت نامہ آپ کو پہنچتے ہی فوراً آپ کی خیرت اور آپ کے اہل وعیال کی خیرت سے اطلاع فرما کر دوسرا کام دیکھیں آپ جناب کی خدمت میں اور اپنی اہل وعیال کی خدمت میں بہت بہت دعا والسلام وعلیکم۔ فقط۔

دعا گو درویش

آپ کا حلیہ مبارکہ اور اخلاق وعادات:

آپ کا قد مبارک میانہ بدن چھریرا رنگ گندم گوں چہرہ بیضاوی پر رعب پر وقار کسی کی بھی نظر چہرے پر ٹھہرتی نہ تھی گول سر سر پر نرم نرم بال گنج سے محفوظ پیشانی قدرے فراخ ابرو کشادہ نہ گھنے نہ ہلکے لیکن دونوں ابرو بیچ میں ملے ہوئے بڑی بڑی گول روشن آنکھیں ،آنکھوں کی سفیدی میں ہلکے سرخی مائل ڈورے جب کبھی آپ کو جلال آجاتا تو یہ سرخ لکیریں (دوڑے) آنکھوں میں صاف نظر آتی تھیں، ناک ستواں بلندی مائل اس سے آپ کی نورانیت اور نظر آتی تھی لب (ہونٹ) پتلے نازک دندان مبارک ہموار انتہائی خوشی کے تبسم پر نظر آتے، ریش مبارک زیادہ لمبی اور گھنی تھی سیاہ کیساتھ ساتھ سفید بال بھی ہو گئے تھے، کان مبارک متناسب گردن قدرے لمبائی لئے ہوئے، (عزو انکساری کی وجہ سے آگے کی طرف خم کی ہوئی) ہاتھ لمبے ہتھلیاں نرم کلائیاں چوڑی انگلیاں لمبی موزوں حد تک دراز ایڑیاں گول پاوں متوسط قدرے دراز، سر پر کوفی طرز کی سفید کپڑے کی بالکل سادی گول ٹوپی جو کبھی کبھی خود سی لیا کرتے تھے، کرتا جبہ سفید لانبا گھٹنوں سے

نیچے تک پیوند لگا ہوا، جبہ میں پیوند کے نیچے پیوند لگا لیتے اس طرح ایک کے نیچے ایک (تہہ در تہہ) سات سات تک پیوند لگے ہوئے ہوتے اور تہہ بند استعمال کرتے۔

آپ کی آواز بہت ہی میٹھی اور نرم لیکن دلوں کو گرما جانے والی اور ساتھ ہی ساتھ دل میں سرایت کر جانے والی تھی بے جا بات چیت نہیں کرتے جب کرتے تو ایسا لگتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں جب بھی حدیث شریف بیان کرنے کا وقت آتا (جو اکثر بعد نماز عشا کے ہوتا) مسجد کے صحن میں کھڑے اپنے چاہنے والوں کو حدیث شریف سمجھانے لگتے تو سننے والوں کو ایسا لگتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہنچ گئے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں، دوران بیان ہر جملہ کو دہرانے اور حدیث شریف کی تشریح کے لیے مثال پر مثال پیش کرتے تاکہ معمولی ان پڑھ بھی حدیث شریف کو اچھ طرح سمجھ کر اپنے ذہن نشین کر لے یہ بیان قریب تین ،چار، گھنٹے چلتا کبھی کبھی رات کے ایک بج جاتے، نہ آپ خود نیچے بیٹھتے تھے اور نہ سننے والے سامعین ہی بیٹھتے تھے ان سننے والوں میں بوڑھے بھی ہوتے جوان بھی ہوتے اور یہ سامعین بیان سننے میں اتنے محو ہوتے کہ ان کا دھیان اپنے پاوں دکھنے کی طرف جاتا ہی نہیں تھا جب بیان پورا ہوتا تو ان کو اپنے پاوں کی تکلیف کا احساس ہوتا یہ اس طرح ہے جیسا کہ بی بی زلیخا نے مصر کے امراء کی عورتوں کو سیدنا یوسف علیہ السلام کا نظارہ کرایا وہ ساری عورتیں سیدنا یوسف علیہ السلام کا نورانی چہرہ دیکھنے میں اتنی محو ہو گئیں کہ نیبو کے بدلے اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں، تب بھی ان کو احساس نہ ہوا۔

احترام مسجد:

آداب واحترام مسجد شریف یہ تھا کہ جب بھی آپ کسی مسجد شریف میں داخل ہوتے قبلہ رخ رہتے، جب مسجد شریف سے باہر نکلتے تو الٹے قدم ہوتے تاکہ قبلہ رخ کو پیٹھ نہ ہو، بے وضو کسی کو مسجد میں جانے کی اجازات نہ تھی اور آپ کی ہر وقت مسجد کے

پیش امام کی طرف نگاہ رہتی، کہ امام کا مصلے پر پہلے سیدھا قدم ہوتا ہے یا نہیں۔

ایک بار شہر نپانی (NIPPANI) کے دو مشہو تمبا کو تاجر مسجد شریف میں اپنے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ کر کھڑے باتیں کر رہے تھے یہ دیکھ کر آپ کو جلال آگیا، اور جھڑک دیا کہ یہ اللہ تعالی کا دربار ہے تمہیں خوف خدا نہیں دنیاوی عدالت (کورٹ) میں ذراسی غلطی پر فوراً سزا مل جاتی ہے، اور تم بے خوف و خطر اللہ تعالی کی بارگاہ میں گستاخی کر رہے ہو، توبہ کرو قیامت قریب آگئی ہے، دینی باتوں یا کاموں میں کسی کی بھی خامی دیکھتے تو فوراً جھڑک دیتے چاہے وہ امیر ہو یا غریب یہاں تک کہ امریکہ و انگلینڈ (ENGLAND•AMERICA) سے آپ کے چاہنے والے آپ کی ملاقات کو آتے تو گھنٹوں آپ سے ملنے کے لیے انتظار کرتے آپ ہر ملنے والے سے چاہے امیر ہو یا غریب ایک سا بڑے خلوص و محبت سے ملتے اور دعا کرتے۔

آپ کا فرمان تھا کہ قرآن شریف کے احکام پر عمل کرنا ہی کافی نہیں بلکہ مومن مسلمان ہونے کے لیے سرکار دو عالم حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی دل و جان سے بڑھ کر محبت و عقیدت و ادب احترام ضروری ہے۔اس عقیدت و احترام کا تقاضا ہے کہ گستاخ بارگاہ رسالت کو اپنی جان کا دشمن سمجھنا اور پھر اس گستاخ رسول کے ساتھ کسی قسم کی محبت رکھنا زہر قاتل سمجھنا چاہیے، چاہے وہ اپنا باپ یا استاد یا شیخ ہی کیوں نہ ہو، اس معاملہ میں ہٹ دھرمی اور ضد اچھی نہیں اگر کسی نے جان کر بھی گستاخ رسول کے ساتھ محبت رکھی وہ بھی میں انہی گستاخان رسول میں گنا جائے گا، آپ گستاخ رسول کا چہرہ تک دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے اگر اچانک سامنے آ بھی گیا تو آپ لاحول پڑھتے تھے اپنا رخ بدل لیتے تھے۔

آپ اہلسنت والجماعت کی بہت ہی خاطر و مدارت کرتے ایک بار خطیب مشرق علامہ محمد مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ آپ سے ملنے آئے تو، آپ نے ان کی خاطر

مدارت میں ان کے سر پر تیل کی مالش کی ۔ اور فرماتے کہ یہ سر اہل سنت و جماعت کا عظیم سرمایہ ہے با، اس کی کچھ خدمت کر سکا تو یہ میرے لیے زہے نصیب ہے (یہ آپ کی عجز وانکساری تھی) اس کے بعد آپ نے خود ان کو گرم پانی سے غسل کرایا اور نئے سلے ہوئے کپڑے پہنائے اسطرح بہت سارے علماوں کی خدمت کی ہے۔

جہاں اہل سنت و جماعت مسلمانوں نے آپ کی بہت عزت تعظیم کی وہیں بد مذہبوں نے آپ کو بہت تنگ کیا آپ پر طرح طرح کا الزام لگایا، آپ کو بے جا کورٹ تک پہونچایا رات میں چھوٹے چھوٹے کتے کے پلے آپ کے حجرے کے دروازے کے پاس چھوڑ دیتے جو رات رات بھر چوں چاں کرتے رہتے، ہر بار نت نئے طریقے کے تنگ کیا کرتے، لیکن آپ صابر تھے، ہر بات کو جھیلتے تھے، آپ کے چاہنے والوں سے یہ دیکھا نہیں جاتا تھا، ان میں سے کسی نے پوچھ لیا کہ ان کے لیے وہ بددعا کیوں نہیں کرتے تاکہ وہ نیست و نابود ہو جائیں اس پر آپ فرماتے، میں ایک دعا گو ہوں میں ان کے لیے ایک نیک ہدایت پانے کے لیے دعا کرتا ہوں اگر یہ نیک ہدایت پا کر مومن مسلمان ہو جائیں تو اس میں ان ہی کا فائدہ ہے میرا کچھ بھی نہیں جاتا، ہاں کبھی کبھی غصہ میں کچھ کہہ دیتا ہوں، لیکن اس کا مقصد وہ نہیں ہوتا وہ تو صرف تنبیہ کے لیے جھڑک دیتا ہوں (اللہ اللہ آپ کے صبر کی کوئی حد نہیں)۔

بد مذہبوں نے یہاں تک الزام لگایا کہ آپ نے اپنے لیے ایک مخصوص عالی شان حجرہ بنالیا ہے اس میں رات رات بھر لہولعب کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، توبہ توبہ صد بار توبہ کذب بیانی کی بھی حد ہوتی ہے۔آپ کا حجرہ بالکل سادہ اور بہت چھوٹا سا تھا میں اس میں ایک چٹائی اور ایک کمبل ایک لکڑی کا صندوق ایک کرسی اور ایک دو برتن کے سوا کچھ بھی نہ تھا اگر آپ اپنے چاہنے والوں کو ہلکا سا اشارہ بھی کرتے تو انشاء اللہ تعالی ہندوستان کے کونے کونے میں یہاں تک کہ امریکہ و برطانیہ میں ایک سے ایک عالی

شان حجرہ بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے مثال کے طور پر آئنور شہر (AYANUR) کی جامع مسجد میں آپ کے لیے سادہ سا حجرہ بنا ہوا ہے، اب یہاں پر نورانی مسجد شموگاہ کے حجرہ کے بارے میں ایک دو باتیں بتانا چاہونگا جب آپنے ۱۹۶۱ء میں نورانی مسجد تعمیر کرنے کی بات مان لی تو جب بھی آپ شموگاہ آتے تو فروٹ مرچنٹ عبدالصمد صاحب اپنے گھر کی اوپری منزل پر ٹھہرا لیتے، جیسے جیسے دن گذرتے گئے آپ کے ملاقاتیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور اس سے آپ کی تنہائی میں خلل اور صاحب خانہ کو کچھ تکلیف ہوتی ہو گی، یہ خیال کر کے آپ کے چاہنے والوں میں صوفی عبدالعزیز خان صاحب رضوی حاجی سید احمد صاحب رضوی اور حاجی عبدالجلیل صاحب برکاتی وغیرہ کو اسکی فکر لاحق ہوئی تب ان لوگوں نے نورانی مسجد میں قبلہ کی طرف والی دیوار میں پیش امام کے لیے جو محراب بنا ہوا تھا اس محراب کی گولائی مسجد کے باہر کی طرف ابھری ہوئی تھی اس وجہ سے ابھرے جگہ اور اس کے آس پاس کی جگہ کسی کام کے لائق نہ سمجھ کر غیر ضروری چیزیں پھینک دی گئی تھی ان لوگوں نے وہ غیر ضروری چیزیں وہاں سے اٹھا کر اس جگہ ایک چھوٹا سا کمرہ بنایا اور ان لوگوں کے بڑے اصرار پر آپ نے اس کمرہ (حجرہ) میں رہائش اختیار کی نہ کہ خود ہی اپنے لئے بنایا تھا (یہ بد مذہبوں کی کذب بیانی ہے) آپ نے ۱۹۶۵ء میں اس حجرہ میں رہائش اختیار کی لیکن چند کم عقل لوگ کہتے ہے کہ فروٹ مرچنٹ (عبدالصمد) صاحب نے چار پانچ سال آپ کی کفالت کی یعنی آپ کو پالا تو بہ تو بہ، بصد بار تو بہ غور کرنے کا مقام ہے کس نے کس کو پالا، اس کے لیے ایک مثال پیش کرنا چاہونگا یہ بات ظاہر ہے کہ دائی حلیمہ سعدیہ بچپن میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو پالا لیکن راقم آپ کو ذہن دینا چاہے گا کہ کس نے کس کو پالا جب دائی حلیمہ سعدیہ مکہ شریف میں دودھ پلانے کے لیے بچہ حاصل کرنے آئی تو آپ بہت کمزور تھیں ہڈیوں کا ڈھانچہ معلوم ہوتی تھیں آپ کی

سواری بھی لاغر تھی یہ حالات دیکھ کر کسی نے بھی اپنا بچہ ان کو نہیں دیا لیکن جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آپ کی گود میں آئے تو دائی حلیمہ کا جسم فربہ ہو گیا چھاتیوں میں دودھ بھر آیا جب دائی حلیمہ لاغر سواری پر بیٹھی صحت مند ہو کر زور زور سے دوڑنے لگی راستے کے درخت جو سوکھے تھے ہرے بھرے ہونے لگے یہاں تک کہ قبیلہ بنو سعید کے انس و جن شجر و حجر چرند و پرند سب کے سب ہشاش بشاش ہو اٹھے اب بتائیے کہ میرے آقائے نامدار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سب کو پالا ہے یا دائی حلیمہ نے؟ غور کرنے کا مقام ہے۔

یہی حال عبد الصمد صاحب کا تھا جب حضور درویش بابا علیہ الرحمہ آپ کے مکان پر آئے تو عبد الصمد صاحب کی ایک یا دو لاریاں تھیں آپ کے قدم رنجا فرمانے کے بعد عبد الصمد صاحب شموگاہ کے فروٹ مرچنٹ ہو گئے اور خوب جائیداد خریدی اسی لیے ان کم عقلوں کو اسی واقعہ سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے دیکھنے میں آپ پھٹے حال ہیں ،جب دینے دلانے پر آتے ہیں تو کمال کا دیتے ہیں، کیوں نہ ہو آپ اولاد رسول ہیں، اور یہ دنیا دلانا بھی ادائے مصطفیٰ ہے۔

اب جب دینے دلانے کی بات چلی ہے تو آپ مستجاب دعا بھی تھے، دعائے خیر کے لیے آپ کے در پر لوگوں کی بھیڑ رہتی اس میں امیر غریب سبھی طرح کے لوگ رہتے، یہاں تک کہ ایک بار پانڈیچری (صوبہ) کے گورنر بی، ڈی، جتی (B.D.JATTI) اپنے اکلوتے بیٹے کی لاعلاج بیماری دفع ہونے کے لئے آپ کے قدموں پر گر کر دعاوں کے طالب ہوئے اور بے شمار انواع اقسام کے پھل آپ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے ان پھلوں پر دعا کر کے لوٹا دیا کہ یہ اپنے بیمار بیٹے کو کھلانا اس کے بعد بی، ڈی، جتی نے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے ان کی ترقی کے لیے خوب دعا کی آپ کی دعاؤں کے طفیل بی، ڈی، جتی کا لڑکا بالکل صحت مند ہو گیا، اور چند دنوں میں بی، ڈی

جتی صاحب ہندوستان کے نائب صدر منتخب ہوئے اس کے بعد صدر ہندوستان کا عہد بھی سنبھال لیا۔ آپ اپنے چاہنے والوں کو سب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھتے اور نماز پڑھنے کی سخت تاکید کرتے، آپ فرماتے کہ ہر وقت باوضو رہا کرو پتہ نہیں کس وقت انوار الٰہی نازل ہو جائیں اور تاکید کرتے دل میں عشق رسول کی تڑپ پیدا کرو، تاکہ عشق رسول کی شرشاریوں کا لطف اٹھا سکو۔

ام المومنین حضرت خدیجہ حضور علیہ السلام کے نکاح میں آنے کے پہلے بین الاقوامی شہرت یافتہ تجارتی کمپنیوں کی مالکہ تھیں آپ نے اپنے پاوں کبھی سخت زمین پر نہیں رکھے تھے آپ کی راہ میں دبیز قالین بچھا ہوتا لیکن جب عشق رسول سے شرشار ہوئیں تو سب کچھ لٹا دیا جب ایک بار رضی اللہ تعالی عنہا حضور علیہ السلام کے لیے توشہ دان لیے ہوئے غار حرا کے تنگ پگڈنڈی پر جو نوکیلے سنگ ریزوں سے ڈھکی ہوئی تھی چلنے لگی تو اس وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی غار حرا میں موجود تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے فرمایا کہ ام المومنین آرہی ہیں، ان کو اللہ تعالی کے طرف سے سلام کہیے اور میرا بھی سلام کہیے اللہ اللہ دیکھا عشق رسول کی سرشاریاں کہ خود اللہ تعالی اور اس کے فرشتے عاشق رسول ام المومنین کو سلام کہہ رہے ہیں۔

ایک صحابی نوجوان ہیں شادی کی پہلی رات حجلہ عروسی میں ہیں رواز و نیاز کی باتیں اور مستقبل کی امنگوں کے خوشگوار اور پر بہار زندگی کے خواب دیکھ رہے تھے۔

اسی عالم میں جہاد کا اعلان ہوا تو وہی صحابی جو ابھی دولہا بنے ہوئے ہیں یہ اعلان سنتے ہی لبیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہہ کر میدان جہاد میں کود پڑے اور شہید ہو گئے تو عشق رسول کی سرشاریاں دیکھتے اس عاشق جانباز صحابی کی میت کو ملائکہ نے غسل دیا اللہ اللہ کتنا بڑا صلہ دیا۔

خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور علیہ السلام کو اپنی ظاہری آنکھوں سے

سے نہیں دیکھا تھا جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ایک دانت مبارک شہید ہو گیا ہے تو عشق رسول میں غرق ہو کر آپ نے اپنا ایک دانت شہید کر لیا لیکن دل نے کہا تمہیں کیا پتہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا دانت اوپر والا ہے یا نیچے والا بائیں والا ہے یا دائیں والا ہے، کچھ تو خیال کیا ہوتا یہ بات دل میں آتے ہی آپ نے عشق رسول میں سارے کے سارے دانت شہید کر لیا اب دیکھئے عشق رسول کی شرشاریاں حضور علیہ السلام نے اپنے دو عظیم صحابیوں سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی امت کی بخشش کی دعا کے لیے ان پاس جانے کی وصیت فرمائی۔

جب بد مذہبوں نے انگریزوں کے ایما پر اپنے عقائد فاسدہ کے سنہرے جال میں مسلمانوں کو پھانسا شروع کیا، تو عشق رسول کی سرشاریاں لئے ہوئے اعلی حضرت فاضل بریلوی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان گستاخان رسول کے سہنرے جال کو کاٹ کر رکھ دیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ علیہ الرحمہ نے ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' لکھا، وہ ''قصیدہ بردہ شریف'' کا ہم پلہ ہے، اس کلام کی شرشاری دیکھئے ادھر سلام پڑھنا شروع ہوتا ہے تو ادھر شیطان اور اس کے ساتھی گوز مارتے بھاگ جاتے ہیں، یہ بھاگنے کا منظر آپ خود دیکھ سکتے ہیں، جب کبھی نورانی محفل میں یہ سلام پڑھنا شروع ہوتا ہے، تو شیطان کے ساتھی آہستہ آہستہ کھسکنے لگتے ہیں۔

اسی طرح حضور درویش بابا علیہ الرحمہ نے عشق رسول میں شرشار ہو کر ان گنت مسجدیں عربی مدارس خانقاہیں تعمیر فرمائیں اور حاجت مندوں کی امداد فرمائی، چند مسجدوں اور مدارس اور بزرگوں کے روضوں کی خود اپنی ذاتی صرفہ سے تعمیر فرمائی ان کی تا قیام قیامت کفالت کے لیے جائدادیں بھی وقف کر دیں اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ آپ کے جنازے میں لاکھ دو لاکھ آدمی شامل ہوئے تو گستاخان رسول کا دل دہل گیا، اب گستاخ رسول کی پہچان ہم کتاب شان حبیب الرحمن صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پیش

کرتے ہیں۔

ایک بار ابولہب ابن عبد المطلب نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور کہا ''تبالک'' (آپ تباہ ہوجائیں) پر وردگار عالم نے اس کلمۂ ملعونیہ کا بدلہ اور انتقام لیتے ہوئے خود فرمایا ''تبت یدا ابی لھب و تب'' کہ ابولہب ہلاک ہوجائے اور ہلاک ہو بھی گیا یعنی اے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کا جواب آپ نہ دیں ہم خود جواب دیتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ان میں ادنی سی بکواس کرنے والا خدائے پاک کا دشمن قرار پاتا ہے۔

''من عادی لی ولیاً فقد اذنته بالحرب'' جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں۔ (مشکوۃ)

دیکھئے معمولی سے گستاخی پر قرآن میں فیصلہ صادر فرمادیا گیا ہے، اسی مادیت کے زمانہ میں گستاخان رسول کیا کیا کہتے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں مرکر مٹی میں مل گئے ہیں، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم ایک مجنون (پاگل) سے زیادہ نہیں، اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا خیال دوران نماز آنا اپنے گدھے، بیل، کے خیال سے زیادہ بدتر ہے اس نظریہ کو پیش کرنے کے لیے ہر ممکن طریقے استعمال کررہے ہیں مثلاً دیکھئے تقویۃ الایمان کے بعد صراط مستقیم کے بعد براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتاوی رشدیہ تحذیر الناس، اور کئی کتابیں یکے بعد دیگرے شائع ہوکر مسلمانوں کے دلوں پر آرے چلارہی ہیں۔

حبیب کریم کی عزت وناموس کی حفاظت کے لیے رب العالمین نے ہر زمانے میں الگ الگ خطہ زمین پر اپنے ولیوں کو ظاہر کیا، ان ہی ولیوں کی فہرست میں حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کا نام نمایا ہے آپ نے کم عمری سے ہی گستاخان رسول کے ساتھ جہاد کا اعلان کیا ہر ممکن طریقے سے گستاخان رسول کو سچے دین کی طرف آنے کی دعوت

دی جس کا اثر یہ ہوا کہ سارا کرناٹک، تامل ناڈو اندھرا پردیش، مہاراشٹر، و دیگر صوبوں کے بہت سارے بے دین آپ کے دست حق پر تائب ہوئے۔

اب جب آپ کو گستاخ رسول کے بارے میں معلوم ہوگیا ہے تو ذرا عشق رسول کے بارے میں سمجھادوں، جو مسلمان روزمرہ ضروریات دین کا عامل رہ کر گستاخ رسول کے ساتھ دشمنی کرنا اپنے پر فرض عین کرلے تو یہیں سے عشق رسول کی ابتداء ہوتی ہے، اور آہستہ آہستہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اسرار اس پر ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں، ایک وقت ایسا آتا ہے کہ عشق رسول کے آگے یہ دنیا وآخرت، جنت وغیرہ ہیچ نظر آتے ہیں اور بس اس فرمان الہی پر عمل جاری ہوجاتا ہے، ''ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلو علیہ و سلموا تسلیما (اللھم صلی علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم)۔

حضور درویش بابا علیہ الرحمہ جہاں گستاخ رسول کے لیے بہت سخت تھے وہیں اوروں کے لیے اتنے ہی رحم دل تھے اور مہمان نواز تھے کسی کی بھی معمولی سی تکلیف پر آپ بے قرار ہوجاتے جب تک خبر گیری نہ کرتے چین سے نہ رہتے اپنے چاہنے والے کو کسی بات پر ڈانٹ پلاتے لیکن فوراً ہی ان پر اتنے مہربان بھی ہوجاتے جیسے ایک ماں اپنے ضدی بچہ کو ڈانٹ کر اگلے لمحہ اپنے چھاتی سے لگالیتی ہے اور بڑی محبت سے بچہ کو سمجھاتی ہے بس یہی حال آپ کا ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

ایک حیرت انگیز واقعہ

جس دن اعلی حضرت سیدنا شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی وفات ہوئی تو ہانگل کے مسلمانوں نے ایک وفد درویش بابا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں شہر شموگاہ کی طرف روانہ کیا تاکہ حضور نماز جنازہ پڑھائیں اور یہاں سے شہر شموگاہ کی مسافت تقریباً ۱۲۵ کلومیٹر ہے جب وفد آپ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے بڑے عجز وانکساری کیساتھ فرمایا کہ شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک بہت بڑے جید بزرگ اور عظیم ہستی کا نام ہے۔ اللہ کے نزدیک ان کا مقام بہت عظیم ہے، لہذا ایسی ہستی کی نماز جنازہ پڑھانے کا میں اہل نہیں ہوں، اور نہ مجھے اس کی اجازت ہے، اس لیے آپ لوگ واپس جائیں اللہ تعالی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کوئی ولی کامل بھیج دے گا جو ان کی نماز پڑھائے گا، یہ سن کر وفد واپس لوٹ پڑا ادھر ہانگل شریف میں وقت شام ہزاروں کی تعداد میں ایک جم غفیر نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے صفیں باندھ کر کھڑا تھا اور نماز جنازہ کی امامت کے لیے مولانا غلام ربانی صاحب صدر مدرس عربی مدرسہ غوثیہ ہبلی مقرر کیے گئے تھے مولانا غلام ربانی صاحب ترتیب نماز بتا کر تکبیر کہنے والے تھے کہ اچانک شور مچا حضور درویش بابا علیہ الرحمہ آگئے تو آپ کو فوراً امامت کی جگہ لے جایا گیا، اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہا گیا جنازہ جہاں رکھا گیا تھا وہاں سے تقریباً بیس گز کی دوری پر قبر انور تھی حضور درویش بابا رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جنازے کے پیچھے سے امامت کی جگہ پر کھڑے ہو کر قبر کی طرف نظر دوڑائی قبر میں اتارنے کے لیے سل (پتھر) قبر مبارک کے پاس رکھے ہوئے تھے آپ نے سل (پتھر) دیکھتے ہی فرمایا کہ ان پتھروں میں سے ایک سل ٹوٹی ہوئی ہے وہاں پر موجود لوگوں نے انہیں بتایا حضرت یہ سل اچھی طرح سے ٹھونک بجا کر لائے ہیں اور یہ بہت ہی مضبوط بھی ہے یہاں تک کہ بہت سارے لوگ ان سلوں کو دیکھ چکے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا، اچھا تو دو آدمی

فلاں سل کو کونے سے پکڑ لائیں، جب سل کو کونے سے اٹھائی گئی تو آپ نے سل کے بیچ میں ہلکا سا دھکا لگانے کو کہا، جب لوگوں نے سل کو دھکا لگایا تو سل کے دو ٹکڑے ہو گئے، یہ دیکھ کر یہاں کے سارے لوگ حیران رہ گئے، بعد ازیں آپ قبر شریف میں اتر کر اس کا معائنہ فرما کر نماز جنازہ پڑھائی، بعد تجہیز و تکفین کے شہر شموگاہ لوٹ گئے۔

(بحوالہ تجلیات مقبول)

حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی وفات:

اعلیٰ حضرت سید پیر مقبول احمد شاہ کشمری علیہ الرحمہ ہانگل شریف فرماتے تھے، کہ کون رہا ہے کون رہے گا، یہ دنیا فانی ہے جس کے لیے یہ دنیا بنائی گئی تھی وہ نہیں رہے، تو ہم کب رہیں گے کے مصداق حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کو اپنے وصال کا علم ہو گیا تھا، آپ اپنے معتقدین اور نورانی مسجد کے منتظمین کو بارہا فرمایا تھا کہ ان کا وصال کہیں بھی ہو ان کو ان کے حجرے ہی میں دفن کرنا، اور اپنے خاص فدوی حضرت عبد العزیز خان صاحب آفریدی رضوی سے فرماتے تھے کہ میرے وصال کے بعد وہی ان کی میت مبارکہ کو غسل دیں۔

جیسا جیسا وصال کا وقت قریب آتا گیا آپ کی بے قراری و بے چینی بڑھتی گئی جب چاہنے والے آپ کی طبیعت کے بارے میں دریافت کرتے تو فرماتے کہ قیامت بالکل قریب آگئی ہے، نمازیں پڑھو عشق رسول کی تڑپ دل میں پیدا کر لو، آپ کی بے قراری کی حالت دیکھ کر آپ کے محب چند ڈاکٹروں نے آپ کی طبیعت کا معائنہ کیا لیکن علالت کا سبب معلوم نہ کر سکے یہاں تک کہ شہر شولاپور کے مشہور برہمن ڈاکٹر چتگو پیکر (CHITGUPIKAR) نے جو آپ کے معتقد تھے کہلا بھیجا کہ آپ اس کے اسپتال میں آنا چاہیں تو حکم کریں تو وہ خود آکر بلا لیکر جائے گا اور چند روز کے بعد شولاپور میں آپ کے چاہنے والے آپ کو بلا لیجانے کے لیے وفد بنا کر آپ کے سامنے

حاضر ہوئے وفد کے بار بار اصرار پر آپ نے کہا آپ لوگ جاؤ اللہ نے چاہا تو میں خود آ جاوں گا، جب وفد واپس لوٹ گیا تو آپ کے چاہنے والوں نے آپ سے کہا کہ آپ اپنی ناساز طبیعت کے علاج کے لیے ایک یا دو دن شولا پور ہوآئیں اس سے آب وہوا میں تبدیلی صحت کے لیے اچھی رہتی ہے اس بات پر آپ نے فرمایا اگر شولا پور جانے کے بعد میرا وصال وہاں ہو گیا تو تم لوگوں میں اور شولا پور والوں میں جھگڑا ہو جائے گا، چھوڑ و با نہیں جاوں گا،لگاتار اصرار کے بعد کہا کہ جاؤ باسد راما آپا (SIDDARAMAPPA)(ایک غیر قوم کا مال دار جو آپ کا معتقد تھا رات ہو یا دن ہو چوبیس گھنٹے اپنی کار لے کر آپ کی خدمت میں رہتا تھا) کو بلالاؤ شولا پور جانے کے لیے، لیکن اس وقت خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ سدر اما پا کی طبیعت ناساز رہنے کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا اس پر آپ نے سفر کا پروگرام خارج کر دیا لیکن دوبارا سدراما پا آپ کے سامنے شولا پور جانے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا نہیں اب جانے کا نہیں با ڈاکٹر خود اس اتوار (۱۶ رمضان المبارک) کو آئے گا با اور میں علاج کے لیے پیر کے دن چلے جاوں گا ان چاہنے والوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی بلکہ وہ سوچتے تھے شاید شولا پور کے ڈاکٹر صاحب بروز اتوار آ کر دوسرے دن پیر کے روز آپ کو بلالے جائیں گے۔ حالانکہ آپ اپنے وصال کا اعلان قبل از وقت کر رہے تھے۔ جس طرح درویش بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اتوار کے روز بعد نماز ظہر انتقال فرمایا اور پیر کے روز مد فون ہوئے حالانکہ آپ کو اپنے پاوں پر کھڑے رہنے کی سکت نہ تھی لیکن اتوار ۱۶ رمضان المبارک سحری کے وقت قریباً تین چار بجے ہونگے اچانک آپ اپنے ایک چاہنے والے الحاج عبد الجبار صاحب ساگر والے کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے نورانی مسجد کے صحن کی طرف آئے اور مسجد شریف کے چاروں کونوں کے پاس رک کر اس مسجد کو تا قیام قیامت تک اہلسنت و جماعت سے آباد رکھنے کے لیے اور سارے مسلمانوں

کے حق میں دعا کی دعا میں بارگاہ الٰہی میں اتنا گڑ گڑائے کہ ان کی رقت آمیز آواز سن کر وہاں موجود جناب لیاقت علی جمعدار مقیم بیلگام اور احقر کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے اور گھگی بندھ گئی۔

۱۶ ررمضان المبارک اتوار کا دن بعد نماز ظہر آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں بید کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے آپ کے روبرو سامنے حجرے میں اندر آنے کا دروازہ تھا حجرہ میں چاہنے والے اور نوارانی مسجد کے نگراں کمیٹی کے ممبران حاضر تھے وہاں موجود سارے لوگوں کو ہدایت اور تلقین کر رہے تھے قریب تین بج کر پندرہ منٹ پر آپ کی زبان سے یہ اشعار جاری ہوئے۔

کون پوچھے گا مجھے سرکار میں　　　ہاتھ خالی میں چلا دربار میں

باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا　　　آسرا واں ہو تو بس ہے آپ کا ﷺ

یہ اشعار پڑھنے کے بعد وہاں موجود سارے لوگوں کو کلمہ شہادت پڑھنے کے لیے کہا اس کے بعد ہاتھ کے اشارے لوگوں کو دروازے کے پاس سے ہٹنے کے لیے کہا تا کہ آپ کے چہرہ اور دروازے کے بیچ ایک کھلا راستہ ہو جائے شاید آپ کسی کا انتظار کر رہے تھے جب لوگوں نے ادھر ادھر ہو کر جگہ خالی کردی تو آپ کی زبان پاک سے وعلیکم السلام کی آواز آئی اور دوبارہ آپ کلمہ پڑھنے لگے کلمہ شہادت پڑھنے کے اختتام پر ایک ہلکی سی پٹ کر آواز آئی، اور آپ کی روح پرواز کر گئی ''انا للّٰہ و انا الیہ راجعون'' آپ کے وصال کی تصدیق وہاں موجود ڈاکٹر عبدالرشید صاحب نے کی تو بس پھر کیا تھا ایک کہرام مچ گیا آپ کے معتقدین نے آپ کو کرسی سے اٹھا کر نوارنی عربی مدرسہ کے ایک ہال میں لیٹا دیا۔

فوراً ہانگل شریف منڈگوڈ ہبلی شہر بیلگام واعتراف واکناف میں اطلاع کرائی گئی کہ آپ کا وصال ہو گیا سب سے پہلے ہانگل شریف سے چاہنے والوں کی ایک بڑی

تعداد شموگاہ پہنچ کر جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے ہوئے نورانی مسجد پہنچ گئی نعروں کی وجہ سے شہر شموگاہ واعتراف واکناف کے علاقوں میں وصال کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی جب بد مذہب والوں کو معلوم ہوا کہ آپ کو آپ کے حجرے مبارک میں دفن کرنے والے ہیں تو وہ لوگ بڑی ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ آپ کو عام قبرستان میں دفنایا جائے اس کے لیے انہوں نے روپیہ پیسہ اور اپنے اثر رسوخ کے ذریعے حکومت کرناٹک پر دباو ڈالا لیکن نورانی مسجد کے متولی جناب قادر خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ حکومت سے آپ کو آپ کے حجرے مبارک میں دفنانے کا پروانہ حاصل کر لیا تھا، لیکن بد مذہب والوں کے دباو کا اثر الٹا ہوا کیونکہ اس وقت کے صدر ہندوستان شریمان بی ڈی جتی (B.D.JATTI) کی طرف حکومت کرناٹک کو تاکید آئی کہ فوراً وہاں پولیس کا دستہ روانہ کریں اور ان کے طرف سے تعزیتی پیغام پہنچا دیں۔

آپ کا فرمان تھا کہ آپ کے لحد ہانگل میں شاہ کشمری علیہ الرحمہ کی لحد جیسی ہو، اس پر کمیٹی والوں نے لحد کا سارا کام ہانگل شریف والوں سے کروایا، آپ کی میت کا غسل صوفی عبدالعزیز خان رضوی (جس کو آپ فدوی کہتے تھے) نے دیا آپ کی مدد کے لیے الحاج آر ایم جعفر صاحب (پلاڈم) عبدالصمد صاحب اور حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کے دونوں نوجوان خدمت گار امتیاز علی اور انور علی خان حاضر تھے جب صوفی (فدوی) صاحب نے غسل کے لیے میت کو ہاتھ لگایا تو آپ آنکھ کھول کر دیکھنے لگے کہ کون ہے اس پر فدوی صاحب نے نے کہا حضور ابا جی میں آپ کا فدوی ہوں آپ آنکھ بند کر لیجئے اس پر آپ نے آنکھ بند کر لی بعد غسل کے کفن خود صوفی صاحب نے پہنایا۔ جنازے کے دونوں طرف لمبے لمبے بانس باندھ دیے گئے تھے، تاکہ بیک وقت ڈیڑھ سو سے دو سو لوگ جنازے کو کندھا دے سکیں قریباً اس وقت دو لاکھ کے قریب لوگ جنازے میں شامل ہوئے تھے۔

جنازہ نوارنی مسجد سے نکل کرامیر احمد سرکل اور گوپی سرکل ہوتا ہوا عیدگاہ میدان پہنچا یہاں پر مولانا قاری تراب علی بہرائچی نے نماز جنازہ پڑھائی بعد نماز جنازہ آتے آتے رات کے گیارہ بجے نوارنی مسجد پہنچا (معلوم رہے کہ نوارنی مسجد سے جنازہ بعد نماز ظہر کے اٹھا تھا، دوسری بات غسل میت و جنازہ کی نماز کفن دفن پیر کے روز عمل میں آیا)

آپ کے جسد اطہر کو قبر مبارک میں اتارنے کے لیے قبر میں مولانا تراب علی بہرائچی اور ڈاکٹر عبدالرشید خان اترے تھے۔

مولانا تراب علی کے بارے میں یہاں بیان کرنا چاہونگا کہ مولانا شریعت کے بہت سخت پابند تھے ان کی اس سختی کی وجہ سے بدمذہب والوں کو اپنے دانتوں تلے لوہے کے چنے چبانے پڑے تھے آپ جامع مسجد شموگاہ کے خطیب و امام تھے لیکن کسی بات پر مولانا آپ سے روٹھ گئے تھے وصال کے روز بعد نماز فجر مولانا تراب علی کو آنکھ لگ گئی تو ان کے خواب میں درویش بابا علیہ الرحمہ آکر تاکید کی تھی کہ وہی ان کی میت مبارک کو قبر مبارک میں اپنے ہاتھوں سے اتاریں گئے اور مولانا صاحب نے ویسا ہی کیا۔

آپ کی مزار مبارک پر آپ کے چاہنے والوں نے بڑا ہی خوبصورت چاند جیسا ایک نوارنی روضہ بنادیا ہے، جس میں صبح و شام درود شریف کی آواز گونجتی رہتی ہے، آپ کا عرس مبارک ١٦ رمضان المبارک کو منعقد ہوتا ہے، ١٦ رمضان المبارک کو بعد سحری کے مزار پاک کا غسل ہوتا ہے بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوتی ہے، دن میں بعد نماز ظہر آپ کا غلاف و صندل مبارک نوارنی مسجد سے نکل کر نعتوں اور درود شریف اور نعروں کی نورانی گونج کے ساتھ امیر احمد سرکل تک جاتا ہے وہاں سے دوسرے راستے سے گشت کرتا آپ کے مزار مبارک پہنچتا ہے، اس گشت میں دف والے اور رفاعی سلسلے کے بزرگ لوگ بھی عجیب سماں پیدا کرتے ہیں، دن کے ساڑھے تین بجے صندل چڑھتا ہے تو عقیدت مند عشق میں بے قرار ہو کر مزار مبارک پر صندل لگانے ٹوٹ

پڑھتے ہیں، یہ نظارہ دیکھ کر ایک حدیث مبارکہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جب حضور علیہ السلام وضو فرماتے تو صحابہ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ،تاکہ پانی ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہ پائے اللہ صحابہ کا عشق رسول سن کر بدن جھوم جاتا ہے، بال کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ دنیا ہیچ نظر آتی ہے۔رات میں بعد نماز تراویح وعظ بیان کا پروگرام رات کے تین بجے تک چلتا ہے،اس کے بعد سلام اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے اور تبرک تقسیم ہوتا ہے،اور آزادنگر کے مسلم نوجوانوں کی جماعت وہاں موجود سارے لوگوں کو سحری کراتے ہیں اس طرح عرس اختتام پذیر ہوتا ہے۔

ایک اور بات یہاں واضح کردینا چاہوں گا آپ کے خدمت گار جناب امتیاز علی ان کے سرنذیر احمد صاحب (پلاڈم تامل ناڈو) اور چند مخصوص رشتہ دار مل کر شموگاہ شہر کو دوسرے شہروں سے آنے والے معتقدین کو لگا تار تین دن تک افطاری اور سحری کراتے ہیں، یہ بھی حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی کرامت ہے۔

شموگاہ شہر صوبہ کرناٹک کے وسط میں ایک تجارتی اور صنعتی شہر ہے اس کے آب و ہوا صحت مند ہے اس شہر کو حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بسایا ہے یہاں پھلوں کی کثرت دیکھ کر حضرت ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ اس کا نام ثمر گاہ رکھا تھا بعد میں تبدیل ہوتے ہوتے اس کا نام شموگاہ ہو گیا یہاں پر سیدنا علیم دیوان اور سیدنا قاسم شاہ ولی علیہ الرحمہ کے بہت مقبول روضے ہیں اس شہر سے متصل شہر مضافاتی شہر بھدراوتی ہے جس میں حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کا سیدنا سید السادات کی مزار پر بنا ہوا روضہ اور حضور ٹیپو سلطان شہید علیہ الرحمہ کی بنائی ہوئی مسجد خداداد دیکھنے کے قابل ہیں شہر شموگاہ کے قریب میں ٹائگر سفاری (TIGAR SAFARI) ہے جس میں شیروں کو جنگل میں آزادی سے گھومتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں، ٹائگر سفاری (TIGAR SAFARI)

کے تھوڑی دور شہر آئنور کی جامع مسجد میں درویش بابا علیہ الرحمہ کے لیے حجرہ بنا ہوا ہے اس سے تھوڑے آگے گھنے جنگل میں ہنگر کٹہ میں سیدنا سید السعادات کے مزار کے پاس حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی بنائی ہوئی نورانی مسجد دیکھنے کے قابل ہیں۔

تبرکات درویش علیہ الرحمہ

سلسلہ بیعت مسنونہ:

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس و تبریزی نشد اگرچہ فی زمانہ اکثر لوگ سلسلۂ بیعت یعنی پیری مریدی کے قائل نہیں رہے لیکن طالب مولیٰ کے لیے یہ سلسلہ از بس ضروری ہے چنانچہ شیخ شہاب الدین شہروردی موارالمعارف فرماتے ہیں ''روی عن ابی یزید من لم یکن له استاذ فامامه الشیطان ''جس کا پیرومرشد نہیں اس کا رہنما شیطان ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیا اللہ اور صالحین کسی اللہ تعالی کے بندے کی تلاش میں سالہا سال سرگردان وحیران پریشان پھرتے ہیں اور تاوقتیکہ کسی اہل اللہ کی نسبت اور رتبت پیدا نہیں کی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکے۔

اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سرکار دو عالم رحمت العالمین شفیع المذنبین کے دست مبارک پر بیعت کی چنانچہ کلام الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے

''ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما عاهد علیه الله فسیوتیه اجراً عظیماً.

ترجمہ: بے شک وہ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ کی ہی بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پس جس نے عہد توڑا اس نے اپنے برے کا عہد توڑا جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اس کا بڑا ثواب ملے گا۔

اس طرح یہ طریقہ بیعت پشت در پشت بزرگان دین میں چلا آرہا ہے، خواجہ

خواجگاں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے امام العارفین زبدۃ الواصلین مظہر العجائب والغرائب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت کی قدوۃ السالکین حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ شیخ المشائخ حضرت سر سقطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے طالب بنے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ باوجود عالم تبحر مجتہد اعلیٰ ہونے کے معرفت الٰہی حاصل کر نہ سکے، جب تک کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی صحبت میں دو سال نصیب نہ ہوئے تو نعمان ہلاک ہو گئے ہوتے۔

سیدنا و مرشدنا سید قطب الاقطاب سلطان اولیاء العالمین حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے شیخ المشائخ حضرت ابی سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے فرقہ حاصل کیا، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے عمدۃ العارفین حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بیعت کی زبدۃ الاولیاء حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ۳۲ برس زہد و تقوی اور مجاہدہ کیا لیکن معرفت الٰہی حاصل نہ ہو سکی جب تک خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ے دربار میں حاضر ہو کر ان سے سلسلہ بیعت وابستہ نہ کیا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے "یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و بتغوا الیہ الوسیلۃ " اے ایمان والوں اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی ذات تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو، یعنی مرشد کامل ڈھونڈو تا کہ اس کی توجہ اور فیض و محبت سے اللہ تعالی کی معرفت حاصل کر سکو۔

پیر را گزیں کے بے پیر ایں سفر ہست بس پر آفت جوف و خطر پر کہ او بے مرشد بے درراہ شد او زغولاں گشت و سر در جاہ شد تا نباشد سایہ پیر قبول نفس سر گشتہ شود در بانگ غول۔

جس نے کسی پیر کے بغیر راہ چلنی چاہی، وہ غول بیانی ہو کر سر کے بل کوئیں میں گرا، جب تک کسی پیر کا سایہ قبول نہ ہو، آدمی کا نفس غول بیاباں کے شور میں پاگل ہو جاتا ہے۔

سلام

یہ وہ سلام ہے جو حضور آبا دعا گو درویش بابا رحمت اللہ علیہ نے حج کے دوران قیام مدینہ منورہ میں سرکار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے قبولیت کر کے آئے تھے۔

السلام اے آفتاب دادو دیں
السلام اے انتخاب اولیں
السلام اے دستگیر بیکساں
السلام اے چارۂ درد نہاں
السلام اے قبلہ گاہ اہل دیں
السلام اے بادشاہ دادودیں
السلام اے بود آدم راہ صوب
السلام اے خلق عالم راہ صوب
السلام اے شاہ عظمت السلام
السلام اے ماہ رفعت السلام
السلام اے گوہر تاج قبول
السلام اے زیب معراج قبول
السلام اے پیشوائے انبیاء
السلام اے مقتدائے اولیا
السلام اے باعث ایجاد خلق
السلام اے موجب بنیاد خلق
السلام اے زبدۂ ارباب علم
السلام اے قدوۂ اصحاب علم
السلام اے شاہ شاہاں السلام
السلام اے جان جاناں السلام
السلام اے انبیاء کے مقتدا
السلام اے اولیاء کے پیشوا
السلام اے غمزدوں کے دستگیر
السلام اے ہادی روشن ضمیر
السلام اے درد دل کے چارہ ساز
السلام اے خواجہ بیکس نواز
السلام اے دو جہاں کے بادشاہ
مجھ غریب خستہ پر بھی ایک نگاہ
چارہ ساز بیکساں بیکس ہوں میں
آرزو مند در اقدس ہو ں میں
رحم کر مجھ پر رحیم بے کساں
چھوڑ تیرا آستان جاؤں کہاں

ہوں پیاسا شربت دیدار کا
تجھ سوا ہے کون؟ مجھ بیمار کا

گو براہوں یا بھلا جیسا بھی ہوں
سگ تیرے ہی در کا میں کہلاتا ہوں

فکر رہتی ہے مجھے یہ روز وشب
روز محشر ہوں گے سب جس دم طلب

کوئی اٹھا بادۂ وحدت سے مست
کوئی پہنچا ساغر قلت بدست

کوئی اپنے زہد پر نازاں چلا
کوئی اٹھ کر جھاڑتا داماں چلا

یاں تو میں ہوں اور دل مایوس ہے
شرم ہے اور حسرت و افسوس ہے

کون پوچھے گا مجھے سرکار میں
ہاتھ خالی میں چلا دربار میں

ہاتھ خالی اس طرف جاتا ہوں میں
اور تہی دستی سے شرماتا ہوں میں

عابدوں کے ساتھ کیوں کر جاوں میں
رو سیاہ ہوں منہ کسے دکھلاوں میں

باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا
آسرا واں ہو تو بے شک آپ کا

دستگیر !دستگیری کیجئے
آبرو میری وہاں رکھ لیجئے

سخت مشکل ہے کہ وقت جاں کنی
ہوتی ہے شیطان کو فکر رہ زنی

کشمکش میں یاں تو اپنی جان ہے
واں تو دشمن در پئے ایمان ہے

سخت طوفان بلائے نزع روح
آپ اس طوفان آفت کے ہیں نوح

باپ بیٹا بھائی تک آتا نہیں
ساتھ بے کس کے کوئی جاتا نہیں

ایسی مشکل میں خبر لیجئے میری
سید عالم مد دکیجئے میری

جب تباہی میں پڑے میرا جہاز
مشکل آساں کیجئے بندہ نواز

اس گھڑی رحم آپ کا درکار ہے
گر کرم کیجئے تو بیڑا پار ہے

دم نکل جائے وہ صورت دیکھ کر
خاتمہ ہو آپ ہی کے نام پر

جس دم آئے قبر میں منکر نکیر
دستگیری کیجئے یا دستگیر

شکل اس کی دیکھ کر مضطر نہ ہوں وہ جہان دلربا پہچان لوں
دولت دیدار جس دم پاؤں میں قبر سے اٹھ کر فدا ہو جاؤں میں
گرد پھر پھر کر کبھی قربان ہوں خاک سے اس کی کبھی آنکھیں ملوں
حال میرا آپ سے مخفی نہیں شرم غم پھر کیا کہوں اندوہ گیں
انت حبیب مہرباں بیمار ہوں درد ہجرت میں بہت لاچار ہوں
آتش دوری جلاتی ہے مجھے اور تصدیع رہ ترساتی ہے مجھے
ہجر میں ایسا نہ ہو یا شاہ دیں ہند کا ہو جاؤں میں رزق زمیں
رحمت عالم خدا کے واسطے اپنے حسن دل ربا کے واسطے
چاروں یار باصفا کے واسطے اہل بیت مجتبیٰ کے واسطے
آس مجھ رنجور کی مت توڑیئے! تشنۂ محروم ہوں مت چھوڑیئے
ہجر میں اب تک جو گذری زندگی زندگی سے ہے مجھے شرمندگی
آستانے پر بلالیجئے مجھے وصل کا ساغر پلا دیجئے مجھے
رات و دن ہوتا رہے بس برملا عمر بھر نظارہ اس درگاہ کا
در کو تکتے تکتے ہو جائے ہلاک واں کی خاک پاک سے مل جائے خاک
نام وامی پرو حسن احتشام خاتمہ ہے نام اس کا السلام

اس سلام مبارک کو جو کوئی بعد نماز فجر و بعد نماز عشا وضو کے ساتھ بہت بہت عشق و محبت کے ساتھ پڑھے گا ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی، اور سرکار دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوگا اور دین و دنیا کی سعادتیں حاصل ہوں گی، اے اللہ اپنے پیارے حبیب پاک پر جو کوئی اس سلام مبارک کو پڑھے گا ان کو اپنی رحمتوں سے نواز دے۔ آمین۔ اے اللہ ہر مسلمان کو نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین۔ ثم آمین یارب العالمین۔

سلام

یہ وہ سلام ہے جو حضور ابادعاگو درویش بابا رحمت اللہ علیہ نے اکثر پڑھا ہے۔

رسول عرش نشین آپ پر ہزاروں سلام
نبی خلد بریں آپ پر ہزاروں سلام

شاہ زمان وزمین آپ پر ہزاروں سلام
امام دین مبین آپ پر ہزاروں سلام

قبول بندہ درگاہ کا سلام بھی ہو
نگاہ لطف وکرم طالب دعا بھی ہو

فرشتے پڑھتے ہیں محمد وہ نام ہے تیرا
مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا

یہ آروز ہے یہ ارمان یارسول اللہ
تمناؤں سے پر ہے میرا سینہ یارسول اللہ

دوبارہ میری جانب لطف ورحمت ہو
بلالو جانب مدینہ یارسول اللہ

رسول عرش نشین آپ پر ہزاروں سلام
نبی خلد بریں آپ پر ہزاروں سلام

دعا

یہ دعا سرکار حضور آبادعاگو درویش بابا رحمت اللہ تعالی علیہ نے خاک پائے درویش جناب سید احمد صاحب رضوی کی بیوی کو لکھا کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اس دعا کو پڑھتے رہو ہمیشہ۔

اے خدایا آنکھ بینا مجھ کو دے　میرے سر میں سودا عشق دے

میرے دل میں طور کی وہ آگ دے　شعلہ بھڑکے اور سیاہی دور ہو

اک خزانہ غیب سے مجھ کو نوید　کون آیا در سے تیرے ناامید

جو کہ تیرے در سے حاجت لائے گا　وہ بھلا محروم کیونکر جائے گا۔

جو کہ تیرے در سے حاجت لے گیا　اس کا مقصد تو نے پورا کر دیا

اے میرے مولا برائے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم　از طفیل حرمت آل عبا

اے میرے مولا برائے چار یار　کشتی میری ڈوبی ہے کر دے پار

حشر کے دن محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو　ہے گذارش یہ دعا مقبول ہو

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ واجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین والحمد اللہ رب العالمین۔

شجرہ مبارکہ

یہ وہ شجرہ مبارکہ ہے جو حضور آبادعا گو درویش بابا رحمت اللہ تعالی علیہ کا ہے۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد سید المرسلین و الہ و صحبہ وسلام اجمعین .

اما بعد. ھذا سلسلة مشائخنا فی الطریقة العلیة القادریہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین.

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت سید المرسلین حبیب رب العلمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت حضرت امام حسن مجتبیٰ خاتم الخلفاء رضی اللہ تعالی عنہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت حضرت امام حسین شہید دشت کربلا رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت حضرت امام زین العابدین مظلوم رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت امام موسی کاظم رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ شیخ معروف بن فیروز کرخی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سری بن مفلس سقطی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ رئیس القوم جنید بغدادی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو بکر عبداللہ شبلی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالعزیز سہیل یمنی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالواحد یمنی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح عبداللہ یوسف طرطوسی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت ابو عبداللہ حسن علی القریشی النکاری قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید مبارک المخزی قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محبوب سبحانی مشوق ربانی سید عبدالقادر جیلانی

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سید نصیر محی الدین قادری قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سید ابی صالح نصیر قادری قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سید احمد ابدال قادری قدس سرہ

الٰہی ۔ بحرمت راز و نیاز حضرت سید محمد بن احمد قادری قدس سرہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید نصیر الدین قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید نور الدین قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید عنایت اللہ قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شجاع الدین قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حاجی الحق قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت حاجی محمد کٹہ نواز قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ جنید ثانی عاشق ربانی قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ ہدایت اللہ عارف باللہ قادری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ کمال اللہ والدین الحسینی القادری البخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ جمال اللہ والدین الحسینی القادری البخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ محمد المعروف شاہ میر الحسینی القادری البخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ کمال اللہ والدین الحسینی البخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ جمال الدین المعروف یوسف علی شاہ المخلص باکمل الحسینی القادری البخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخی و مولائی و مرشدی سید شاہ مراد علی المعروف علیم و شاہ المخلص بہ افضل الحسینی القادری قدس سرہ
الٰہی بواسطہ عجز و نیاز فقیر حقیر سید عبدالحق المعروف ہمیر بادشاہ المخلص بہ شاہ میر الحسینی القادری کان تعالی۔

الٰہی بوساطت ہمہ حضرات عالیات مرید صادق دعا گو درویش بابا را المراد دارین رساں قدس سرہ و برویت حق و شفاعت رسول مطلق مشرف گرداں آمین وصلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وصحبہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع عام

درویش بابا حجرہ نورانی مسجد اہل سنت و جماعت آزاد نگر شیموگہ ٹی (ریاست میسور)

آزاد نگر کے تمام حضرات کی خدمت میں دعا گو درویش کی جانب سے بہت بہت دعا السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آزاد نگر کے تمام مسلمانوں کی خدمت میں دعا گو درویش یہ گذارش کرتا ہے کہ آزاد نگر کے محلے میں جن کے گھر میں بھی شادی ہو امیر کے گھر میں یا غریب کے اگر نورانی مسجد کے امام نورانی مسجد کا دفتر نکاح لے جا کر نکاح پڑھائیں گے، وہ نکاح اللہ پڑھایا جائے گا، نورانی مسجد کے لیے کوئی ہدیہ نہیں لیا جائے گا، نورانی مسجد کے لیے جو نکاح میں ہدیہ لیا جاتا تھا وہ معاف کر دیا گیا، کیونکہ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے اپنے پیارے حبیب پاک میرے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقے میں پنجتن پاک رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے صدقے میں پیارے محبوب جناب غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کے صدقے میں اور میرے کل بزرگان دین کے صدقے میں نورانی مسجد کے لیے اور عربی مدرسہ نورانی کے لیے اخراجات کی ادائیگی کے ذرائع مہیا فرمایا ہے، اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔

آزاد نگر کے تمام مسلمان کی خدمت میں اور شیموگہ شہر کے تمام مسلمانوں کی خدمت میں بہت بہت دعا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کے بعد درویش اس بات کی بھی گذارش کرتا ہے کہ نورانی مسجد اور عربی مدرسہ نورانی کے نام پر کوئی رسید بک لے کر چندہ مانگنے کے لیے آئیں تو ہرگز چندہ نہیں دینا چاہیے، اگر چندہ دیا گیا تو وہ مسجد اور مدرسہ کو نہیں پہنچے گا، اور دینے والے ثواب سے محروم ہو جائیں گے، اس تاکید کے بعد

بھی اگر کوئی رسید بک لے کر نورانی مسجد اور عربی مدرسہ نورانی کے نام سے چندہ طلب کریں تو ان پر قانونی کاروائی کی جائے گی انشاء اللہ تعالی۔

نورانی مسجد اور نورانی عربی مدرسہ نورانی کے لیے اس درویش کے دنیائے فانی سے رخصت ہونے تک بھی چندہ نہیں لیا جائے گا، اور نکاح بھی للہ پڑھایا جائے گا، انشاء اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ یہ درویش دنیائے فانی سے رخصت ہونے کے بعد بھی نورانی مسجد اور عربی مدرسہ نورانی کے لیے انتظامات کر کے جائے گا، اور نورانی مسجد اور عربی مدرسہ نورانی قیام قیامت تک بھی محتاج نہیں ہوگا۔ خدا کرے (آمین) اللہ پاک نورانی مسجد کو اور عربی مدرسہ نورانی کو قیام قیامت تک بھی گل گلزار اور آباد رکھے، امن کے ساتھ رکھے اور دن بند ترقی فرماوے (آمین ثم آمین) ہر مسلمان کو نیک اعمال کی توفیق دے۔ (آمین) اللہ پاک ہر مسلمان کو پانچ وقت کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھنے کی توفیق دے (آمین)

ہر مسلمان کو اپنے پیارے حبیب پاک جناب محمد ﷺ کی شریعت پر چلنے کی توفیق دے (آمین) اے اللہ عربی مدرسہ نورانی میں جو علم حاصل کر رہے ہیں ان تمام بچوں کو دینی علم سے نواز دے (آمین) اے اللہ ہر مسلمان کو دین و دنیا کی نیک سعادتوں سے مالا مال کر دے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ فقط والسلام

دعا گو۔ درویش

یہ تین خط جو باباجی علیہ الرحمہ کے ہیں جو فدوی عبدالعزیز خان آفریدی کے نام لکھے ہوئے ہیں سنہ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کے بیچ میں لکھے گئے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

بخدمت شریف عالی جناب عالم فہم و بلند حسن اخلاق وزہد وتقوی خدائے قدوس کے نیک و پاک فرماں بردار جناب عبدالجلیل صاحب دام اقبالہ وزادلطفہ وسرہ

دعا گو درویش کی جانب سے۔بہت بہت حسن محبت اور بہت بہت شفقت و پیار کے ساتھ السلام وعلیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔مزاج اقدس۔

الحمد للہ ،الحمد للہ ،الحمد للہ میں بفضلہ وحبیبہ بخیر خیریت ہوں، آنجناب عالی کی خیریت نیک واہل وعیال کی صحت وعافیت اوراپنے برادروں کی خیریت اوران کے اہل وعیال کی خیریت کے لیے ہرروز بارگاہ رب العزت میں عرض پرداز ہوں اورانشاءاللہ تعالیٰ تادم زیست نیک چاہتارہوں گا امید رکھیں۔

آنجناب کی خدمت میں **درویش** کی عرض گذارش یہ ہے کہ جس دن کڈور سے جناب عالی سے جدا ہوا تھا، اس دن سے آپ کی محبت دل میں پیوست کر چکا ہوں، اور جناب والا کے لیے پروردگار عالم سے التجائیں کرتا رہتا ہوں بھلا میں آپ کو بھول سکتا تھا بھول جاؤں تو کیسے بھول جاؤں۔میرا دل گواہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں آپ کی یاد مجھے نہ تڑپائی ہو، جب کہ آپ کے دل میں بھی درویش کی یاد اور تڑپ پاتا ہوں اور اس درویش کے تصور کی تار لگی ہوئی ہے، مجھے امید ہے کہ اس درویش کی نصیحتوں کو دل میں رکھے ہوئے ہونگے اوران پرعمل پیرا ہوں گے، اللہ پاک اپنے حبیب پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں اور پیارے محبوب حضرت سبحانی کے صدقہ اور میرے بزرگان کرام کے صدقہ آپ کو میری نصیحتوں

پرعمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ پاک آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی عشق و محبت میں والہانہ گرفتار کردے۔آمین۔آپ کے دل کو دین و دنیا کی سعادتوں سے معمور کردے، اللہ پاک آپ کے سر پر اپنے رسول اور غوث پاک اور بزرگان دین کا سایہ قائم و دائم جاری و ساری رکھے۔اللہ پاک اپنی رحمتوں سے سرفراز فرما کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی غلاموں کی صف میں اٹھائے اور آپ کو سچا مسلمان بنائے۔آمین ثم آمین۔

آپ جناب عالی سے التماس یہ ہے کہ میرے نکلنے کے وقت کہا تھا کہ محبت نامہ ارسال کروں گا، لیکن میری مصروفیتیں ایسی رہیں کہ میں اس سے عہدہ برآنہ ہوسکا اور نہ کوئی نامہ لکھ سکا معافی کا خواستگار ہوں، جناب عالی کو دل سے پیوست کردینے کے بعد آپ پر شفقت و محبت میں آفزائش کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہوں، آپ کوئی بات کی مطلق فکر نہ کریں، آپ کے ہر کام میں کامیابی کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں،اور میں ہمیشہ آپ کو دل سے لگا کر رکھا ہوں، اس بات کا اطمینان رکھیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ میرے خاص الخاص عالی جناب عبدالمتین صاحب کی زبانی یہ معلوم کرکے نہایت مسرت و شادمانی ہوئی کہ جب کبھی آپ بنگلور تشریف لاتے ہیں ان سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہوئے، مجھ کو یاد کرتے ہیں،اور گھنٹوں میرا ذکر رہتا ہے، اللہ پاک آپ پر اپنا فضل فرمائے، یادش بخیر اللہ کے فضل و کرم و بفیض رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و بلطف حضرت غوث پاک و کرم گستری بزرگان دین آپ کے مکان کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ خبر مسرت اثر میرے لیے بڑی خوشی اور اطمینان کا باعث ہے۔اللہ پاک آپ کو اور آپ کے تمام بھائیوں کو ایک دلی کے ساتھ ان نو تعمیر شدہ مکان میں اللہ اپنی برکتوں اور رحمتوں کی بارش برسائے۔

اس مکان میں جلدی جانے کی خواہش ہو تو میری انتظاری نہ فرمائیں۔اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غوث پاک و بزرگان دین کے حکم سے اس گھر میں جانے کے لیے اجازت دی جاتی ہے، جانے سے پہلے پورے گھر کو پاک وصاف دھلوا کر عودلوبان وخوشبوئیات سے معطر کروا کر قرآن خوانی فی اسم ایک پارہ پورا پڑھ کر میلادالنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وفاتحہ خوانی کر کے اور حسب توفیق غریب و مستحق لوگوں کو کھلا پلا کر درود شریف پڑھتے ہوئے اور غوث پاک کا نام لیتے ہوئے گھر میں داخل ہو جائیں۔ میرے لیے قلب مبارک میں کچھ نہ سمجھنا، میں بہت جلد آؤں گا، سلام مبارک کی بابت مجھے یاد ہے زیادہ کیا عرض کروں رات و دن میری نصیحتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تصور کو قائم ودائم رکھتے ہوئے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے ذکر الٰہی پر زور دے کر جن جن باتوں کی تاکید کیا ہوں، ان تمام کو دل میں رکھ کر عمل کرتے جائیں اور آخرت کی فکر کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، انشاء اللہ تعالی بہت جلد آ کر ملوں گا۔کم فرصتی کے باعث جلدی میں خط لکھ رہا ہوں، اسی کو آپ اپنا ہدایت نامہ سمجھتے ہوئے میری غیر حاضری کو حاضری پر مبذول فرماتے ہوئے اپنے کام میں لگ جائیں، اللہ نے چاہا تو بہت جلدی مل کر خوش ہوگا۔

آپ اور آپ کے اہل وعیال بھائی صاحب بیڑی دوں کی خدمت میں اور ان کے اہل وعیال کی خدمت میں دوسرے بھائی صاحب اور ان کے اہل وعیال اور تمام چھوٹوں بڑوں کو دعا سلام اور بہت بہت دعا وشفقت عرض فرمائیں۔فقط

نیز گذارش دیگر یہ ہے کہ **درویش** کے ساتھ جو جو چاہنے والے حضرات بیٹھتے تھے ان تمام کی خدمات میں حسب الدرجات تحیات، دعا، سلام عرض فرمائیں۔

دعا گو: **درویش**

☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شریف عالی جناب میرے محترم فدوی حضرت عبدالعزیز خان صاحب و دام اقبالہ وزادلطفہ ویسرہ۔ دعا گو درویش کی جانب سے بہت بہت دعا۔ السلام وعلیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ میزاج شریف کے بعد الحمد للہ میں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہوں، میرے فدوی کی خیریت کے لیے اور اپنے اہل وعیال کی خیریت کے لیے ہر آن بارگاہ مجیب الدعوات میں نیک مطلوب ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تادم زیست نیک چاہتا رہوں گا، امید واطمینان رکھیں۔ عرض یہ ہے کہ میرے فدوی کی طرف سے خیریت نامہ آکر بہت دن ہو گئے، نہ معلوم کیا سبب سے خیریت نامہ نہیں لکھے یہ محبت نامہ ملتے ہی فوراً میرے فدوی کی خیریت اور اپنے اہل وعیال کی خیریت سے مجھ کو جلدی اطلاع فرما کر بعد میں دوسرا کام دیکھیں، میں خود محبت نامہ تحریر کرتا تھا۔ میں دوسری جگہ گیا ہوا تھا، اس لیے خیریت نامہ نہیں لکھ سکا، یہ محبت نامہ ملتے ہی فوراً میرے فدوی کی اور اپنے اہل وعیال کی خیریت سے مجھ کو جلدی اطلاع فرمائیں اللہ عز وجل اپنے پیارے حبیب پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دین ودنیا کی نیک سعادتیں نصیب فرمائے، آمین۔ اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقش قدم پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔ اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ہر بلیات سے محفوظ رکھے، اور ہر مشکلوں سے آسان فرماتے ہوئے ہمیشہ کے لیے راحت وسکون کی زندگی عطا فرمائے، آمین۔ اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ہمیشہ تندرستی وعافیت کے ساتھ رکھے، آمین اور خوش وخرم رکھے آمین، اللہ پاک آپ کے ہر نیک مقصدوں اور ہر نیک مرادوں کو پوری فرماتے ہوئے آپ کے ہر کوشش میں کامیابی عطا فرمائے آمین!، اللہ پاک آپ کو اپنے حلال کی روزی میں دن بدن خیر وبرکتیں عطا فرما آمین، اللہ پاک آپ کی دینی ودنیوی دن بدن ترقی دے آمین، اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل عیال کو

روز قیامت کے دن محبوب رب العالمین سرور کون و مکاں میرے آقا میرے مولی تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین! ثم آمین یارب العالمین، میرے فدوی کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ہر آن میری دلی دعا ہے میرے فدوی کو میں ہمیشہ میرے دل کو لگا کر رکھا ہوں، اور دعائیں کر رہا ہوں انشاء اللہ تا حشر تک بھی اسی طرح میں میرے دل کو لگا کر رکھونگا اور دلی دعائیں کرتا رہوں گا، اور شفقت کرتا رہوں گا، خدا کرے آمین یہ میرے جملوں پر میرے فدوی کو کامل بھروسہ ہے، اور کامل ایمان بھی ہے ہاں میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں اور کہہ دیا ہوں اور کہوں گا، درویش کے دل میں فدوی کی یاد ہے، اور درویش کے دل میں فدوی کی محبت ہے، اور فدوی کے لیے اور ان کے اہل وعیال کے لیے ہمیشہ ہمیشہ دعا ہے، انشاء اللہ تعالی تا حشر تک ہوگا، لیکن درویش کی یاد فدوی کے دل میں نہیں ہے، اور درویش کی محبت فدوی کے دل میں نہیں ہے، اگر فدوی کے دل میں درویش کی یاد اور محبت ہوتا تو درویش کو یاد رکھتے ہوئے خیریت نامہ لکھتے تھے، فدوی کے دل میں درویش کی یاد و محبت نہیں ہے اس لیے خیریت نامہ نہیں لکھے، یہ اللہ کی مرضی ہے بس اب میں میری تحریر کو ختم کر رہا ہوں، کیوں کہ طبیعت میں بالکل سکون نہیں ہے، اور بے حد ناتوانی ہے، اس لیے مختصر تحریر کیا ہوں، یہ محبت نامہ ملتے ہی فوراً میرے فدوی کی خیریت اور اپنے اہل وعیال کی خیریت سے مجھ کو جلدی اطلاع فرمائیں۔ میرے فدوی کی خدمت میں اور اپنے اہل وعیال کو بہت بہت دلی دعا۔ السلام علیکم اور جنابہ استادنی ماں صاحبہ کو اور میرے محترم معصوم غوث علی خان صاحب کو اور میرے محترم عبدالغنی صاحب کی خدمات میں اور میرے محترم سید احمد صاحب کی خدمت میں دیگر ہری ہر کے تمام چھنے والوں کی خدمت میں بہت بہت دلی دعا السلام علیکم سنا دیں۔

جلدی جواب فقط والسلام۔

آپ کا دعا گو: درویش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شریف عالی جناب میرے محترم فدوی حضرت عبدالعزیز صاحب ودام محبکم وفضلکم واحسانکم:

دعا گو درویش کی جانب سے بہت بہت دعا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ میزاج گرامی کے بعد الحمد للہ میں بفضلہٖ و رسولہ خیریت ہوں میرے فدوی کی خیریت کے لیے اور اپنے اہل وعیال کی خیریت کے لیے ہر صبح ومسا درگاہ قاضی الحاجات میں نیک مطلوب ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تا دم زیست نیک چاہتا رہوں گا، امید واطمینان رکھیں۔ عرض یہ ہے کہ میرے فدوی کا تحریر کیا محبت نامہ وصول ہو کر دل کو بڑی خوش ومسرت ہوئی، الحمد للہ علی احسانہ۔ اللہ جل شانہ اپنے پیارے حبیب پاک سردار دو عالم حضور پرنور میرے آقا، میرے مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دین و دنیا کی نیک دولت سے مالا مال فرمادے آمین۔ اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو سرور کون ومکان تاجدار مدینہ نے آنکھوں کے نور میرے آقا میرے مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب شریعت پر پابندی کے ساتھ چلنے کی توفیق دے آمین۔ اللہ پاک آپ کو اپنے اہل وعیال کو ہر بلیات سے محفوظ رکھے، اور ہر مشکلوں کو آسان فرما کر ہمیشہ ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین، اللہ پاک آپ کی دنیا کی ہر فکر وپریشانی سے نجات دے کر ہمیشہ کے لیے آپ کے قلب کو راحت وسکون نصیب کر دے آمین!، اللہ پاک آپ کے ہر نیک دعاؤں کو اور آپ کے ہر نیک مقصد کو اور آپ کے ہر نیک مرادوں کو برلا آمین۔ اللہ پاک آپ کے سر پر اور اپنے اہل وعیال کے سروں پر اللہ اور اس کے رسول کا سایہ پنجتن پاک کا سایہ اور پیارے محبوب جناب غوث پاک کا سایہ اور میرے کل بزرگان دین کا سایہ اس دنیا میں بھی اور وہ عاقبت میں بھی قائم ودائم رکھے آمین ثم آمین یارب العالمین۔ میرے فدوی کے لیے اور اپنے اہل و

عیال کے لیے ہمیشہ ہر وقت میری دلی دعا ہے، اور دوسری گذارش یہ ہے کہ آپ یہ درویش کے لیے اتنا تکلیف اٹھا کر پیسہ جو بھیجے ہیں اس کا میں بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں، لیکن میرے فدوی سے معافی کا خواستگار ہوں اور بہت شرمندہ ہوں یہ پیسہ میرے فدوی اپنے پاس رکھیں انشاء اللہ تعالی میری ضرورت پر میں لیتا ہوں۔ میں واپس کردیا ہوں، بول کر دل کو درد نہیں پاتا اب میں میری تحریر کو ختم کررہا ہوں، میرے فدوی کی خدمت میں اور اپنے اہل وعیال کو بہت بہت دلی دعا السلام علیکم۔ ہری ہر کے تمام چھنے والوں کو نام بنام بہت بہت دلی دعا السلام علیکم سنا دیں اور جناب معصوم غوث علی خان صاحب کو سلام سنانے کے بعد دریافت فرمایئے دو خطوط لکھا ہوں، جواب کیوں نہیں دیئے خطوط ملے ہیں، یا نہیں دریافت فرما کر مجھ کو اطلاع فرمایئے گا۔ فقط والسلام۔

آپ کا دعا گو درویش

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف عالی جناب میرے محترم حضرت عبدالعزیز صاحب

دام اقبالہ وزاد لطفہ وسرہ

دعا گو درویش کی جانب سے بہت بہت دعا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ میزاج شریف! الحمد للہ میں بفضلہ تعالی خیریت ہوں آں جناب کی خیریت کے لیے اور اپنے اہل وعیال کی خیریت کے لیے ہر روز شب بارگاہ مجیب دعوات میں عرض پرداز ہوں انشاء اللہ تعالی تادم زیست نیک چہتا رہوں گا امید واطمینان رکھیں۔ عرض یہ ہے کہ آنجناب کا تحریر کردہ محبت نامہ وصول ہوا دل کو از حد خوشی ومسرت ہوئی الحمد للہ علی احسانہ۔ اللہ تبارک وتعالی اپنے پیارے حبیب پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کو اور آپ کے اپنے اہل وعیال کو دین ودنیا کی دولت سے مالا مال فرمادے، آمین اللہ پاک آپ کو اور اپنے

اہل وعیال کو محبوب کبریا علیہ تحیت وتسلیم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، آمین، اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جناب اقدس حضور مقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سچی عشق ومحبت عطا فرمائے آمین اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ہر بلیات سے اور ہر مشکلوں سے آسان فرما آمین، اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ہمیشہ خوش وشاد رکھے آمین۔ اللہ پاک آپ کو اپنی حلال کی روزی میں خیر و برکتیں عطا فرمائے آمین اللہ پاک آپ کی دینی ودنیاوی دن بدن ترقی کردے، آمین اللہ پاک آپ کے ہر نیک مرادوں کو پوری فرمادے آمین اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو میرے بزرگان دین کے دامن عاطفت میں جگہ عطا فرمائے آمین اللہ پاک آپ کے سر پر اپنے اہل وعیال کے سروں پر اللہ اور اس کے رسول کا سایہ پنجتن پاک کا سایہ پیارے محبوب جناب غوث پاک کا سایہ اور میرے کل بزرگان دین کا سایہ اس دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی قائم ودائم رکھے آمین اللہ پاک آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو روز قیامت کے دن رسول رب العالمین میرے آقا میرے مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نعلین پاک کے نیچے خاک ودھول بنا کر اٹھادے، آمین، ثم آمین، یارب العالمین آنجناب کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لے ہمیشہ میری دعا ہے کوئی بات کی فکر نہ کریں تاکید آپ ہو اور اپنی اہلیہ محترمہ ظہیر النساء خانم بھی ہو ہر دونوں رات ودن اس تصور کو دل میں قائم ودائم رکھتے ہوئے اپنی ایمان کو اور بھی ترقی کرلیتے ہوئے اپنی جان سے بھی زیادہ عشق ومحبت رکھتے ہوئے رات ودن اپنی عاقبت کی فکر کرتے ہوئے ہر دونوں بھی اپنی عاقبت کو سنوار لینے کی کوشش کریں اللہ پاک آپ دونوں کو عاقبت کی فکر میں رلادے آمین۔ اللہ پاک آپ دونوں کو روز قیامت کے دن برگذیدہ نیک بندوں کے صف میں سے اٹھادے آمین ثم آمین یارب العالمین، اب میں میری تحریر کو ختم کررہا ہوں آنجناب کی خدمت میں اور اپنے اہل وعیال کو بہت بہت دلی دعا السلام السلام علیکم۔ فقط آپ کا دعا گو : درویش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وکالت نامہ

منجانب: حضرت مولانا مولوی الحاج مفتی دعاگو درویش باباصاحب قبلہ

بدربار

حضرت خواجۂ خواجگاں قطب الاقطاب غوث الوری شہنشاہ عرب وعجم سیدنا وشفیعنا و کریمنا مولانا معین الدین حسن اجمیری وسنجری ہندالولی ابدی عطائے رسول قدس سرہ خوش قسمتی سے حاضری آستانہ عالیہ کا شرف حاصل ہوا اور بذریعہ دعاگو سید امجد علی نیازی وسید مظفر علی ولد الحاج سید فضل علی صاحب خادم حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فضل منزل میں نے زیارت کی اور ہمیشہ کے لیے اپنا اور اپنے تمام خاندان کا ان کو وکیل مقرر کیا، یہ ہمیشہ میرے اور میرے تمام خاندان وچاہنے والوں کے لیے دعاگو رہیں گے اور میرے تمام خاندان متعلقین ومریدین کو بھی انہیں کو وکیل سمجھنا چاہیے یہ تمام متعلقین اور مریدین کے لیے ہمیشہ دعاگو رہیں گے اور آستانہ عالیہ کی خدمت انہیں کے ذریعہ انجام دیں۔

لہٰذا

یہ وکالت نامہ اس لیے تحریر کردیا ہے کہ تمام عزیز واقارب ومتعلقین ومریدین اسپر کاربند رہیں۔

دستخط

حضرت مولانا مولوی دعاگو درویش باباصاحب

دعاگو: سید امجد علی فضل منزل درگارہ شریف اجمیر القدس

دعاگو: درویش

حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ۔

سوانح وخدمات

دراز قد، صحتمند جسم، گورا رنگ، وجیہ چہرہ علمی وجاہت کا آئینہ دار، کشادہ پیشانی سے معرفت کے انوار ہویدا، بھری بھری سفید داڑھی پیرانہ سالی کے زہد وورع کی علامت، گفتار ظرافت کی خوشبو لیے علوم ومعارف سے لبریز، رفتار سنت نبوی کی ترجمان، بحر العلوم والمعارف، اعظم علمائے ہند، یادگار اسلاف، حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی، سابق شیخ الحدیث و صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ۷؍ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۶؍ نومبر ۱۹۲۵ء میں مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب یوں ہے عبد المنان ابن عبد الغنی ابن عبد الرحیم ابن دوست محمد۔

آپ کا گھرانہ مجموعی طور پر ایک دیندار گھرانہ تھا۔ دادا مرحوم حضرت عبد الرحیم عابد وزاہد اور بزرگ صفت انسان تھے۔ بزرگوں سے عقیدت اور ان سے تقرب نے انہیں اوراد و وظائف کے ساتھ ساتھ دعا وتعویذ کے توسط سے خدمت خلق میں مشہور و مقبول بنا دیا تھا۔ والد گرامی حضرت عبد الغنی مرحوم نے بھی اپنے والد کی راہ اختیار کی اور ضرورت بھر تعلیم حاصل کرنے کے بعد خدمت خلق اور اعانت خلائق کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا۔ باپ دادا کی اس صاف ستھری پاکیزہ زندگی نے حضرت بحر العلوم کی تربیت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ گویا بچپن سے ہی تعلیم اور مقصد تعلیم کے رہنما خطوط ورثہ میں مل گئے تھے۔ مزید برآں ذاتی شوق ولگن، محنت ومشقت، ذکاوت وزیرکی، فراست مومنانہ، نیز جلالۃ العلم حضور حافظ ملت کی عنایات خسروانہ نے آپ کو ہندوستان کا عبقری بنا دیا۔ سلامی ہو حضور حافظ ملت کی جوہر شناس نگاہوں کو......! اور شکریہ ان کی

موثر تربیت اور مخلصانہ تعلیمی رجحانات کا......! جوانہوں نے قوم کوصرف علم سے ہی نہیں بلکہ علوم کے سمندر سے ہمکنار کیا۔

تعلیم وتربیت:

پانچ چھ برس کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا۔ اور سولہ سال تک تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ۱۳۶۶ء میں ۲۱ رسال کی عمر میں درس نظامی مکمل کر کے فراغت حاصل کی۔ پوری تعلیم اشرفیہ میں ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں حضور حافظ ملت، شہزادۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی، حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگپوری، حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب بلیاوی، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مئوی، حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب گھوسوی حضرت مولانا ظفر علی صاحب نعمانی (پاکستان) حضرت علامہ سید شمس الحق صاحب گجہڑوی قابل ذکر ہیں۔ آپ نے جوفن پڑھا اس فن کے ماہر استاذ سے پڑھا۔ مثلاً حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب سے میر زاہد، ملا جلال، میبذی، تشریح الافلاک۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ سے ہدایہ آخرین، دیوان متنبی، سبعہ معلقہ، حماسہ، بیضاوی شریف وغیرہ۔ حضور حافظ ملت سے شرح جامی، نورالانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، ملاحسن، حمد اللہ۔ قاضی مبارک، صدرا، جلالین شریف، مدارک التنزیل، مشکوٰۃ شریف مکمل، ترمذی شریف، بخاری شریف۔ بخاری شریف کا امتحان حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، اور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے لیا۔ اور بخاری ومسلم کی آخری حدیث فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت نے پڑھا کر صحیحین کا درس ختم کیا۔ لہذا آپ کو بلا واسطہ حضور صدر الشریعہ کی شاگردی کا بھی شرف حاصل ہے۔ (ملخصاً از خود نوشت سوانح)

تدریسی خدمات:

۱۳۶۶ھ میں فراغت کے بعد اسی سال شوال میں مدرسہ ضیاء الاسلام گورکھپور میں صدر مدرس ہوئے۔ وہاں ایک سال تک اس عہدے پر رہے۔ پھر ۱۳۶۸ھ میں مدرسہ اہل سنت انوار العلوم تلشی پور گونڈہ میں تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا۔ اور ادارہ کے تعلیمی معیار میں خاطر خواہ اضافہ فرمایا۔ سات آٹھ سال تک یہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعدہ ۱۳۷۵ھ میں حضور حافظ ملت اور دیگر ارکان کے مشورہ سے جامعہ اشرفیہ میں آپ کا تقرر ہوا۔ اور یہیں سے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی میں آپ کے کلیدی کردار کا آغاز ہوتا ہے۔ ۱۳۷۶ھ میں جامعہ اشرفیہ میں دار الافتاء کا قیام عمل میں آیا جس میں آپ کو مفتی مقرر کیا گیا ۱۳۹۲ھ میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ دار العلوم اشرفیہ کے سربراہ ہوئے جس کے لیے قانوناً آپ نے صدر مدرسی کا عہدہ ترک کر دیا تو شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین صاحب جونپوری علیہ الرحمہ ان کی جگہ پر عہدۂ صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ اس عہدے سے آپ کی علاحدگی اور ۱۳۹۶ھ میں حضور حافظ ملت کے انتقال کے بعد حضرت بحر العلوم عہدۂ صدارت پر سرفراز ہوئے۔ انتیس سال تک جامعہ اشرفیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس طویل زمانہ تدریس میں کاروان اشرفیہ کے سرخیل رہے اور اس دور میں اشرفیہ کی تعمیر و ترقی میں آپ کا جو حصہ رہا ہے اس کے لیے خود نوشت سوانح کا یہ اقتباس نہایت موزوں ہے۔ فرماتے ہیں

> عہدۂ صدارت سے قبل سترہ سال اور اس کے بعد بارہ سال تک مسلسل انتیس سال تک ادارہ کی خدمت کی۔ بر زمانۂ صدر مدرسی جامعہ کا نیا نصاب مقرر ہوا۔ اور درجہ تخصص کا اضافہ ہوا۔ معادلۃ الاسناد کی غرض سے درجات کی تقسیم اور ڈگریوں کا تعین ہوا، امتحان کے قواعد و ضوابط بنے۔ اور داخلہ خارجہ تعلیم طلبہ کے لیے دستور و اصول منضبط ہوئے۔ جن کے نتیجے

میں لکھنؤ اور بنارس یونیورسٹیوں میں یہاں کے طلبہ کے داخلہ میں آسانی ہوئی اور بہار میں بھی یہاں کی سند تسلیم کی جائے گی، اور اسی دور میں ادارہ میں مجالس فقہیہ کی ابتدا ہوئی اور ادارہ کا کتب خانہ باقاعدہ اور منضبط ہوا۔

۱۴۰۸ھ میں حضرت بحر العلوم جامعہ اشرفیہ سے مستعفی ہو کر دار العلوم شمس العلوم گھوسی میں بحیثیت شیخ الحدیث اور صدر مفتی تشریف لائے۔ اور تادم تحریر یہیں درس حدیث اور افتاء کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تحریری و تصنیفی خدمات:

بچپن ہی سے مطالعہ و کتب بینی اور لکھنے کا ذوق تھا، جس میں موروثی کتب خانہ اور اشرفی دار المطالعہ نے گوناگوں اضافہ کر دیا۔ زمانۂ طالب علمی میں ایک بار آپ نے معراج شریف کے عنوان پر ایک مضمون لکھا، اس دور میں رامپور سے نکلنے والے مشہور ہفتہ وار دبدبۂ سکندری میں شائع ہوا۔ جسے پسند کیا گیا، پھر یکے بعد دیگرے آپ کے کئی مضامین اس میں شائع ہوئے۔ ایک مضمون ''کربلا کی ضرورت'' اس قدر مقبول ہوا کہ متعدد اخبار و رسائل نے اسے شائع کیا۔ یہی مقبولیت ایک دوسرے مضمون ''فلسفۂ شہادت'' کو بھی ملی۔ جسے شیعہ پریس والوں نے بھی لکھنؤ میں محرم کے موقع پر شائع کیا۔ گورکھپور مدت ملازمت میں مدرسہ ضیاء الاسلام سے الضیاء نامی ماہنامہ نکالنا شروع کیا جس کا اکثر حصہ آپ ہی کے مضامین پر مشتمل ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی تحریری صلاحیت میں اس قدر پختگی آ گئی کہ آپ مشکل سے مشکل مضامین سہل الفاظ اور آسان تعبیرات میں پیش کرنے میں ماہر ہو گئے۔ چنانچہ آپ کا عظیم الشان تصنیفی شاہکار ''الشاہد'' اس کی ایک اہم مثال ہے۔ جو ایک غیر مقلد مولوی کی کتاب تردید حاضر و ناظر کے جواب میں ہے۔ اور جو نہایت ہی جامع اور مدلل ہے۔ اس کی تردید میں کسی دوسرے مولوی نے ''ابطال شواہد الشواہد'' لکھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ الشاہد کے

دوسرے ایڈیشن میں ابطال شواہد الشاہد کے اعتراضات اور اس کے شبہات کا بالغ رد کر دیا گیا اور نئی ترتیب کے ساتھ الشاہد کا مکمل نسخہ مطبوع ہوا۔ آپ کی ایک تحریر ''بدعت کیا ہے'' کے نام سے اپنے موضوع پر بڑی جامع اور مفصل ہے۔ ''ندائے یارسول اللہ'' آپ کی ایک تقریر کا خلاصہ ہے جسے پاکستان والوں نے اعلیٰ حضرت کے رسالہ انوار الانتباہ کے ساتھ شائع کیا۔ ۱۹۷۴ء میں سفر حج کے دوران احادیث نبویہ کے ایک منتخب مجموعہ کا ترجمہ آپ نے مکمل کیا لیکن وہ ابھی تک منتظر اشاعت ہے۔ ''اشرفیہ مصباح العلوم سے الجامعۃ الاشرفیہ تک'' اشرفیہ کے نشاۃ ثانیہ کی پوری تاریخی روداد ہے۔ جس کی چند قسطیں اسی دور میں جب قاری محمد یحییٰ صاحب مدیر تھے ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوئیں۔

''حضور صدر الشریعہ کے حالات وسوانح''، اس کام کے لیے حضرت موصوف رمضان شریف کی چھٹی میں جب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ گھر موجود ہوتے گھوسی تشریف لائے اور حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری کی سفارش سے حضرت صدر الشریعہ نے اپنے حالات کا املا کرانا منظور کر لیا۔ تو مسلسل دس روز تک پوری پابندی کے ساتھ اپنے حالات قلمبند کرائے جس میں اجمیر شریف قیام تک کے حالات درج کیے گئے۔ اس کے بعد کے حالات کے لیے حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہے، یہ کہہ کر اعتکاف میں چلے گئے، لہٰذا آپ نے حضرت کے مشہور تلامذہ سے رابطہ کر کے بعد کے حالات کی تکمیل کی۔ مگر یہ بھی تشنہ اشاعت ہے۔ آپ کے مضامین کا مجموعہ آپ کے باصلاحیت فرزند ارجمند حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مرحوم نے ''مضامین بحر العلوم'' کے نام سے ترتیب دیکر شائع کیا۔ اور اس کی دوسری جلد کی ترتیب ہو رہی تھی کہ مرحوم اللہ کے پیارے ہو گئے۔ ''مسئلہ آمین'' نماز میں آمین بالجہر ہے یا بالسر، اس اختلافی مسئلہ میں حنفی مسلک کو آپ نے بھرپور دلائل سے مبرہن کیا اور تمام

شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیا۔ آپ کی تالیفات میں ''عیدین کی تکبیرات زوائد''، ''ترجمہ شمائم العنبر''، ''ازالہ اوہام'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

بہت کم دیکھا گیا ہے کہ جو تحریر وقلم کا بادشاہ ہو وہ میدان خطابت کا بھی شہسوار ہو یا جو شعلہ بار مقرر ہو قرطاس وقلم میں بھی اس کی جولانی طبع اور رہوارِ تخیل اس کا بھر پور ساتھ دیتے ہوں۔ لیکن حضرت بحر العلوم اس سلسلے میں مجمع البحرین نظر آتے ہیں۔

اپنے دور خطابت میں وسیع ترین ہندوستان آپ کی مملکت خطابت کی قلمرو میں تھا۔ پورے ملک میں آپ کی تقریر کا طوطی بولتا تھا۔ اور جب بڑھاپے کا دور شروع ہوا تو طبیبوں نے پابند کرنا شروع کر دیا۔ حتی کہ اب نئی نسل کو آپ کی تقریر سننے کا شاذ ونادر کہیں موقع مل گیا تو اس کی خوش قسمتی ہے۔

عظیم خدمت:

فتاویٰ رضویہ کی ترتیب امام احمد رضا قدس سرہ نے بارہ جلدوں پر رکھی تھی، جس میں سے پہلی جلد کی اشاعت عمدہ ترتیب وتہذیب کے ساتھ آپ کے زمانے میں ہو گئی تھی۔ دوسری جلد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی کوششوں سے منظر عام پر آئی، تیسری سے لیکر آٹھویں جلد تک کا کام مطبع اہل سنت مبارکپور کے حصہ میں آیا۔ چنانچہ حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری چوتھی اور پانچویں جلد کا کام حضرت بحر العلوم اور دیگر علماء کے تعاون سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس کے بعد کے تین حصے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جلدوں کا کام حضرت بحر العلوم نے کیا۔ حضرت نے بھر پور فقہی وفنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اس کی ترتیب وتبویب فرمائی اور فہرست سازی وپروف کا بھرپور اہتمام فرمایا۔ اور اپنے مقدموں سے آراستہ فرما کر انہیں شائع کیا۔ ان تینوں جلدوں کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شائقین علم وفن اور معتقدین اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں میں ملت کا اتنا عظیم سرمایہ آپ ہی کے حوالے سے پہنچا۔ یہ آپ کا وہ عظیم

الشان کارنامہ ہے جس کے ذریعہ پوری دنیائے سنیت پر آپ نے احسان فرمایا۔ اس کے ذریعہ آپ امام احمد رضا کی تعلیمات اور ان کے علمی و دینی فیوض و برکات کو عام کرنے اور اس کی ترویج و اشاعت کا کام کرنے والوں میں متقدمین و متاخرین میں بہت ہی اہم ترین مقام پر نظر آتے ہیں۔

امتیازی خصوصیت:

حضرت بحر العلوم ہمیشہ اختلافات سے دور و نفور اور نزاعی امور سے محترز رہے۔ آج کل عوام کا یہ حال ہو گیا ہے کہ مفتیان کرام سے استفتاء کرتے ہیں تو خواہش کے مطابق جواب حاصل کرنے کے لیے سوال کرتے نہیں بناتے ہیں۔ چاہے اس کے لیے حقیقت حال کو چھپانا کیوں نہ پڑے۔ پھر جواب اگر حسب منشا ہے تو مفتی صاحب کے علمی تبحر کے قصیدے شروع ہو جاتے ہیں اور اگر خلاف منشا جواب رہا تو ایسا جواب دینے والے مفتی صاحب کم علم، عجلت پسند یا دقیقہ سنجی و ژرف نگاہی سے محروم قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ عموماً سوالات اختلافات و تنازعات ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ میاں بیوی کا جھگڑا ہو یا گھر خاندان کا یا پڑوسیوں کا۔ ہر فریق کی خواہش ہوتی ہے کہ فریق مخالف کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے اس کو عام کر دیا جائے۔ عقائد و اعمال کے تعلق سے اگر کوئی شوشہ نکل سکے تو گمراہی، گمراہ گری، فسق و فجور اور کفر کے مرحلوں سے گذار کر انہیں جہنم رسید کر دیا جائے۔ اس طرح سے آج دار الافتاء اور فتووں کا جو استحصال کیا جاتا ہے وہ بہت بڑا دینی و ملی المیہ ہے۔ اسی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر لفظ فتویٰ کسی مجرمانہ فیصلہ، قتل کی دھمکی، دہشت گردی کی سازش وغیرہ کے مترادف بن گیا ہے۔ ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ استفتوں پر گہری نظر رکھی جائے۔ چنانچہ حضرت بحر العلوم کا اس سلسلہ میں وطیرہ رہا ہے کہ آپ ایسے سوالات پر دور رس نگاہ رکھتے ہیں اور اختلافی مسائل میں بہت ہی مختصر اور جامع جواب دیتے ہیں۔ اور اگر اس سے کسی فتنے کا اندیشہ

ہے تو، اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً، یعنی جواب جاہلاں باشد خموشی، کی حکمت پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دار الافتاء کی توہین یا اس کے استحصال کرنے والوں کو آپ کی طرف سے کبھی کوئی موقع نہیں ملا۔

بیعت وخلافت:

آپ حضور حافظ ملت سے بیعت ہیں۔ اور احسن العلماء حضرت حسن میاں مارہروی قدس سرہ نے عرس مارہرہ کے موقع پر پورے اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو خلافت سے نوازا۔

آپ نے ۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ کیا اور اس کے بعد تین بار عمرہ کی شکل میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں۔ نیز دعوت وتبلیغ کے تعلق سے برطانیہ، بلجیم، ہالینڈ، ساؤتھ افریقہ وغیرہ کے آپ کے دورے ہوتے رہتے ہیں۔

آخر میں راقم اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ حضرت بحر العلوم کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور حضرت کے علمی فیوض کو عام وتام فرمائے، آمین۔

طالب دعا

فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو یوپی

فون نمبر 05474- 223001

فہرست

پیش لفظ حضرت بحر العلوم	۳
مقدمہ	۳۲
حضرت درویش قبلہ سے میری پہلی ملاقات	۳۵
دست شفا	۳۸
تذکرہ حضور درویش بابا	۳۹
نام ونسب	۳۹
ابتدائی تعلیم اور بچپن	۴۰
ایک نیک بشارت	۴۰
درسگاہ معرفت کڈپہ شریف	۴۲
کامل مرشد ملنا اور پیدل حج	۴۳
خانقاہ شامیری سے علاحدگی	۴۴
وطن واپسی اور مدینہ طیبہ کو روانگی	۴۶
سامان سفر	۴۷
قیام مدینہ کے دوران آپ کے مشاغل	۴۹
سفر بغداد کی قانونی رکاوٹیں	۴۹
ایک دشمن خدا اور رسول کا قبول اسلام	۵۲
شموگہ میں آپ کی آمد ورفت	۵۸

تعمیر مسجد کلارک پیٹھ شموگہ	۵۹
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	۶۷
واقعات	۷۳
واقعہ نمبر۲	۷۵
آپ کا حلیہ مبارکہ اور اخلاق وعادات	۸۱
احترام مسجد	۸۲
ایک حیرت انگیز واقعہ	۹۱
حضور درویش بابا علیہ الرحمہ کی وفات	۹۲
تبرکات درویش علیہ الرحمہ	۹۸
سلسلہ بیعت مسنونہ	۹۸
سلام	۱۰۰
سلام	۱۰۳
دعا	۱۰۳
شجرۂ مبارکہ	۱۰۴
اطلاع عام	۱۰۷
تین خط	۱۰۹
وکالت نامہ	۱۱۷
حضرت بحرالعلوم سوانح وخدمات	۱۱۸

سلام

کعبے کے بدر الدجی تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحی تم پہ کروروں درود

شافع روز جزا تم پہ کروروں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروروں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز
اک تمہارے ہی سوا تم پہ کروروں درود

سینے کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ
طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا تم پہ کروروں درود

اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو
کون کرے یہ بھلا تم پہ کروروں درود

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود

آنکھ عطا کیجئے اس میں ضیاء دیجئے
جلوہ قریب آگیا تم پہ کروروں درود

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

جامعہ اہل سنت حضرت ٹیپو سلطان شہید رضی اللہ عنہ کی خدمات:۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق علم دین کا سکھینا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے (حدیث)۔اس حدیث سے طالب العلم اور علم کی فضلیت و برتری ظاہر ہے چونکہ دونوں کا تعلق عربی درسگاہ سے ہے۔اسی تعلیم کو عام کرنے کے لئے مخلص احبابِ اہل سنت نے تاریخی شہر چترادرگہ کی سلطانی جامع مسجد میں ایک دینی درسگاہ بنام جامعہ اہلسنت حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمت اللہ علیہ عمل میں آیا ہے۔اور فرزندان اسلام کو تعلیمات نبوی ﷺ سے آراستہ و پیراستہ کیا جارہا ہے، ہماری کوشش ہے کہ دینی کتابوں کو شائع کر کے عوام الناس کی خدمت میں پیش کیا جائے۔اس کی پہلی کوشش قطب العصر حضور دُعا گو دُرویش بابا علیہ الرحمہ شیموگہ شریف کی سوانح حیات کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔انشاء اللہ ہماری دوسری کوشش فقہی کتاب الطہارت کو منظر عام پر لانا ہے۔اور ہماری یہ بھی کوشش ہے کہ علاقائی زبان میں بھی دینی کتابیں شائع کریں۔اسی لئے اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ دامے، درمے، سخنے ادارے کا تعاون کریں۔اور اپنے ذرین مشوروں سے ہمیں نوازیں۔

جامعہ اہل سنت حضرت ٹیپو سلطان شہید علیہ الرحمہ کا S.B اکونٹ نمبر 9246

Karnataka Bank Chitradurga-577501

رابطہ کا پتہ: جامعہ اہل سنت حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمت اللہ علیہ،

سلطانی جامع مسجد اہل سنت و جماعت آثار محلہ چترادرگہ۔ 577501 کرناٹکا اسٹیٹ۔

Phone: 08194-429251 e-mail: jamia/tippusultan@yahoo.co.in

Designed & Printed at ALPHA PRINTS, B.2 Ph 29171